اس شمارے میں

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے	ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری	۵
''سنی لانگ مارچ'' خوشبو دار ہوا کا جھونکا	علامہ احمد علی قصوری	۱۷
شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی انفرادیت	پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری	۱۹
دعائے عاشوراء	ادارہ	۲۸
امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	مولانا محمد ناصر خان چشتی	۲۹
تیس رمضان کو دن کے وقت چاند نظر آنے سے متعلق مسائل	پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن	۳۹
زکوۃ کے مصارف (مستحقین)	پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری	۵۱
اشاریہ ماہنامہ نور الحبیب سال ۲۰۱۰ء	مولانا محمد یوسف نوری	۶۳
مولانا صابر علی وٹو نوری و دیگر مرحومین کے لیے دعائے مغفرت	(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری	۷۵
''ارمغان محبت'' پر ماہنامہ السعید اور	راجا محمد کوثر سعیدی	۷۷
روزنامہ نوائے وقت کے تبصرے	قاضی مصطفیٰ کامل	۸۰
بہشتی دروازہ	(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری	۸۱ تا ۱۱۲
اوقاتِ نماز	ادارہ	اندرون ٹائٹل

منظومات

ایک حمد	راجا رشید محمود	۳
دو نعتیں	راجا رشید محمود	۴
حسین ابن علی رضی اللہ عنہ	محمد عبد القیوم طارق سلطان پوری	۲۷
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زمین میں	انور فیروز پوری	۶۲

ماہنامہ نور الحبیب میں کاروباری اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کا ادارہ نور الحبیب ذمہ دار نہیں ہے۔

ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ایک حمد

نعت و حمدِ رب سے منسوب ہے مقبولیت
صرف وہ رحمان سے مطلوب ہے مقبولیت

ہو ریا بنیاد تو معیوب ہے مقبولیت
بارگاہِ رب میں وہ معتوب ہے مقبولیت

ہو جو محصورِ درودِ مصطفیٰ صلِ علیٰ
اس دعا کے سامنے محجوب ہے مقبولیت

تو رہا جو سجدہ ریزِ بارگاہِ کبریا
لوحِ قسمت پر تری ، مکتوب ہے مقبولیت

میں رہوں تعمیل حکمِ خالق و معبود میں
اس حوالے سے ملے تو خوب ہے مقبولیت

جو ملے غیرِ خدا کی مدحت و توصیف میں
میں سمجھتا ہوں کہ وہ معیوب ہے مقبولیت

حکم عدولی میں خدا کی ، گر کوئی معروف ہو
خوب رسوائی ہے اور ناخوب ہے مقبولیت

یہ بطورِ حامدِ خالق اگر ہو نامور
اس طرح محمودؔ کو محبوب ہے مقبولیت

راجا رشید محمود

دو نعتیں

میں ہوں سائل اور پیمبر ﷺ محورِ مقبولیت
کیوں نہ کھل جاتا مری خاطر درِ مقبولیت

ہو تعلق اس کا جب سرکار ﷺ کے دربار سے
قیمتی ہر ایک شے سے ہے زرِ مقبولیت

بے جواز اپنا کہاں ، لوگو! یہ رقصِ سرخوشی
جب عروسِ نعت پائے زیورِ مقبولیت

سابقہ اور لاحقہ جب اس کا ہو صلِ علیٰ
ساتھ دیکھو گے دعا کے ، لشکرِ مقبولیت

اوج پانا ہے جھکانا سر کو ، گنبد دیکھ کر
حاضری قدمین کی ہے جوہرِ مقبولیت

زائرِ طیبہ کے قدموں پر نہ کیوں قربان ہوں
مہرِ نور افزا و ماہِ انورِ مقبولیت

پائی علامہ بصیری رحمۃ اللہ علیہ نے نبی ﷺ کی نعت پر
بُردۂ سرکارِ والا ﷺ ، چادرِ مقبولیت

مست ہے محمودؔ جو مداحِ سرکار ﷺ میں
اس کے ہونٹوں سے لگا ہے ساغرِ مقبولیت

❁❁❁❁❁

مدحتِ سرکار ﷺ دے گی عافیت، مقبولیت
شعریت یہ ہے، ہے جس کی خاصیت مقبولیت

زندگی گزرے گی جس کی طاعتِ سرکار ﷺ میں
پائے گا وہ جاہ و شوکت ، تمکنت ، مقبولیت

برتا اغماض آقا ﷺ کے تذکار سے جس شخص نے
اس سے کر لیتی ہے تن کر معذرت مقبولیت

جو درودِ مصطفیٰ صلِ علیٰ پڑھتا رہا
دے گی اس کو مصطفیٰ ﷺ کی معرفت مقبولیت

جو یہاں ذکرِ رسولِ محترم ﷺ کرتا رہے
حشر میں حاصل اسے ہو مغفرت ، مقبولیت

بعد نعتِ پاک و مدحِ اہلِ بیتِ محترم رضی اللہ عنہم
لائی اصحابِ نبی کی منقبت مقبولیت

ہو گدائے شہرِ سرکارِ جہاں ﷺ تو پائے گا
صاحبِ تاج و سریر و سلطنت مقبولیت

پائی جو مقبولیت محمودؔ نعتِ پاک میں
آخرش لائے گی حسنِ آخرت مقبولیت

راجا رشید محمود

❁❁❁❁❁

WWW.NAFSEISLAM.COM

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

ڈاکٹر مفتی ضیاء الحبیب صابری

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ---
''یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز خوش نہ ہوں گے جب تک کہ ان کے طور طریقے اختیار نہ کر لو گے'' --- [البقرة:۱۲۱]

روزِ اول سے دنیا میں دو گروہ چلے آرہے ہیں، پہلا حزب الرحمٰن اور دوسرا حزب الشیطان--- یہ دونوں اپنے اپنے مصدر و مرجع کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں--- اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک چلتا رہے گا--- چراغِ مصطفوی کے انوار و تجلیات بولہبی شراروں سے ماند ہوئے اور نہ کبھی ہوں گے، وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مطلع عالم پر نت نئی رعونتوں کے طوفان اُٹھے، ازلی سچائیوں کی چٹان سے ٹکرا کرنا کامیوں کا بارِ خجالت اٹھاتے ہوئے ہمیشہ کے لیے حرفِ غلط کی طرح بے وقعت ہو گئے۔ ہاتھیوں کے لشکر کے جلو میں ابرہہ ہو، کوئی بولہب ہو یا کوئی جہالت مآب--- میدانِ بدر سے تبوک تک، ذوالخویصرہ سے راج پال تک، ہر موذی ذلتوں کے جہنم کا ایندھن بنا:

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

عبداللہ بن ابی سلول، ابورافع، عقبہ بن ابی معیط، ابن خطل سمیت اللہ کے حبیب کا ہر گستاخ، شاتم اور بے ادب کل بھی رُسوا تھا، آج بھی رُسوا ہے، بالآخر مجمع حشر میں عذابِ مہین کا شکار ہوگا---

دراصل کفر کے ویرانوں کے ستائے ہوئے بندگانِ خدا جب بھی اسلام کے پر بہار چمنستان کا رُخ کرتے ہیں تو منسوخ اور کالعدم مذاہب کے بوم گھبرا کر بے سروپا اول فول بکنا شروع کر دیتے ہیں، تاریخ اسلام ایسے کثیر مواقع سے بھری پڑی ہے--- ریاستِ مدینہ کے قیام نے حاسدوں کی نیندیں اُڑا دیں، اسلام کا راستہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کر دیکھی مگر ناکامیوں کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا--- غصے سے پاگل ایسے عناصر شماتت پر اُتر آتے--- وجہ تخلیق کون ومکاں، آقائے کل جہاں، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، محبوبِ داور، شافع محشر، سیّدنا ومولانا محمد رسول اللہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہر طرح سے بدسلوکی، بدگوئی اور خباثت کا رویہ اختیار کرتے، مگر اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کی رفعتوں پر جلوہ گر ذاتِ کریم کمال عفو وکرم کا مظاہرہ فرماتے--- آپ کے جاں نثار حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو بھی اپنے پاک محبوب کے حوالے سے کڑے حالات کا سامنا کرنا پڑتا، اشرار کے مظالم سہتے، بدن کا پرزہ پرزہ زخمی ہو جاتا، جسموں سے لہو کے فوارے پھوٹتے، روح تک زخمی پرندے کی طرح تڑپتی--- مگر سبحان اللہ! ان عاشقوں صادقوں کا جذبۂ عشق رسول ماند نہ پڑتا، بلکہ ہر دن، ہر لمحہ اپنے محبوب کے نام پر کٹ مرنے کو تیار رہتے--- مولانا ظفر علی خان کے اس شعر کی عملی تصویر وتعبیر یہی نفوسِ قدسیہ تھے:

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

جی ہاں! یہی وہ پاک بین، پاک باز، قدسی صفات مردانِ خدا تھے، جن کی ہیبت سے قیصر وکسریٰ لرزہ براندام رہتے۔ ان کی قوت، ہیبت اور حشمت کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ اپنے محبوب محمد مصطفیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام سے ٹوٹ کر محبت کرتے اور کائنات کی ہر چیز حتی کہ اپنی اولادوں اور جانوں سے بھی بڑھ کر محبت کرتے۔ وہ ''قوتِ عشق'' سے زمانے بھر پہ چھا گئے اور اپنے محبوب کے اُسوۂ حسنہ کے سانچے میں یوں ڈھلے کہ چشم فلک نے دیکھا اور دیکھتا رہ گیا کہ محمد مصطفیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے والوں کو دیکھنے والے یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کملی والے کے عشق سے سرشار ہو گئے:

ستاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں

اے کاش! آج کا نوجوان بھی محبوب خدا کی محبت کے چشمۂ حیات میں غوطہ زن ہو کر ملت کے مقدر کا چمکتا ستارہ بن جائے---اور حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام اس کا مقصدِ حیات ہو جائے---

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دَہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

مگر---مدینے کا یہ مسافر تو منزل سے بھٹک گیا ہے، سینے میں دھک دھک کرتا گوشت کا لوتھڑا طلب و جلب زر میں دیوانگی سے آلودہ ہو چکا ہے، یہ تو پاؤنڈ، یورو اور ڈالروں کی خاطر ''سب کچھ'' قربان کرنے کو منڈی کا مال بن چکا ہے---کیا یہ صدیق و فاروق، عثمان و علی، بلال و بوذر، صہیب و مصعب رضی اللہ عنہم سے کوئی نسبت رکھتا ہے؟؟؟ اس کا لباس اور ظاہری وضع قطع ہی نہیں ہے---اس کے افکار نہایت پست، اُمیدیں انتہائی ہیچ اور خصلت کا کچھ مت پوچھیے---اُف یہ کیا ہو گیا:

مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

بدر کے میدان میں کم سن معوذ و معاذ (رضی اللہ عنہما) کا دلبرانہ طرزِ فدا کاری---سبحان اللہ! جاں نثارانِ مصطفیٰ کا کفار پر جھپٹنا، پختہ عمر یا جوان ہی نہیں:

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی

تو وہ ننھے بچے بھی جن کا عشق جوان ہوتا ہے، اپنے سرپرستوں سے بوجہل کا پوچھتے ہیں اور کیوں پوچھتے ہو؟ کا جواب دیتے ہیں:

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوبِ باری کو

عشقِ غیور کب برداشت کرسکتا ہے کہ اس کے محبوب کو کوئی دشنام دے---امام مدینہ سیّدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ متوفی ۱۷۹ھ، ہارون الرشید کے سوال پر فرماتے ہیں:

''اس امتی کو زندہ رہنے کا کیا حق حاصل ہے جب اس کے رسول کو گالیاں دی جائیں''---

[قاضی عیاض بن عمرو، متوفی ۵۴۴ھ، ترجمہ کتاب الشفاء، جلد۲، ص ۳۸۷]

ہوسکتا ہے امام مالک کے اس فتویٰ کو ان کے جذبات کا عنوان دے کر نظر انداز کر دیا جائے،

ایسا ہرگز نہیں بلکہ اقوامِ عالم میں اپنے اکابر کی عظمت وتوقیر کے لیے ضابطے وضع کرنے کا طریقہ ہزاروں سال سے موجود ہے--- دیکھیے یہودیوں کا عہد نامہ عتیق اور عیسائیوں کا عہد نامہ جدید (دونوں بائبل یا کتاب مقدس کے نام سے جانے جاتے ہیں) اس کے ایڈیشن ۱۹۷۰ء میں، جسے پاکستان بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور نے شائع کیا ہے---اس میں درج ذیل عبارت گستاخ کی سزا کے حوالے سے بائبل میں کم از کم ۲۳ مقامات پر بہ تکرار آئی ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ وہ اس لعنت کرنے والے کو لشکر گاہ کے باہر نکال کر لے جا اور جتنوں نے اسے لعنت کرتے ہوئے سنا وہ سب اپنے اپنے ہاتھ اس کے سر پر رکھیں اور ساری جماعت اسے سنگسار کرے۔ اور تو بنی اسرائیل سے کہہ دے کہ جو کوئی اپنے خداوند پر لعنت کرے اس کا گناہ اسی کے سر لگے گا۔ اور وہ جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے۔ ساری جماعت اُسے قطعی سنگسار کرے۔ خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی، جب وہ پاک نام پر کفر بکے تو ضرور جان سے مارا جائے''---

[احبار، باب:۲۴، درس:۱۷-۱۲]

انبیاء و رسل کی ذواتِ قدسیہ تو عند اللہ وعند المؤمنین کائنات بھر میں سب سے برتر رتبوں والی پاک ہستیاں ہیں، مگر یہاں بائبل (کتابِ مقدس کا عہد نامہ عتیق جسے یہودی وعیسائی یکساں طور پر مانتے ہیں) میں تو قاضیوں، مفتیوں اور کاہنوں کے گستاخوں کی سزا قتل درج ہیں، اگر کسی بائبل کی صداقت پر ایمان رکھنے والے پادری اور عیسائی کو ذرّہ برابر غیرت ہو تو اس خدائی حکم کو پڑھے اور اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی سرزمین پر فتنہ وفساد کا دروازہ کھول کر خود اپنے لیے موت کا دروازہ نہ کھولے---

''شریعت کی جو بات وہ تجھ کو سکھائیں اور جیسا فیصلہ تجھ کو بتائیں اُسی کے مطابق کرنا اور جو کچھ فتویٰ وہ دیں اُس سے دہنے یا بائیں نہ مڑنا۔ اور اگر کوئی شخص گستاخی سے پیش آئے کہ اُس کاہن کی بات جو خداوند تیرے خدا کے حضور خدمت کے لیے کھڑا رہتا ہے یا اس قاضی کا کہنا نہ سنے تو وہ شخص مار ڈالا جائے اور تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دور کر دینا۔ اور سب لوگ سن کر ڈر جائیں گے اور پھر گستاخی سے پیش نہیں آئیں گے''---[استثناء، باب ۱۷، درس ۱۱، ۱۲، ۱۳]

ایسے ہی خداوندی احکام کی روشنی میں شاتمانِ انبیاء و گستاخانِ مرسلین کو سزائے موت کے قوانین بنائے جاتے رہے، چناں چہ اٹھارویں صدی کے آغاز تک روس اور سکاٹ لینڈ (جو عیسائی دنیا کے

اہم مراکز تھے) میں سیدنا مسیح ناصری علیہ السلام کی توہین کے مرتکب کو سزائے موت دی جاتی رہی--- اس قسم کی سزاؤں کے متعلق مغربی ماہرینِ قانون کا مؤقف ہے کہ ''مذہب پر حملہ دراصل ریاست پہ حملہ ہے'' ان مفکرین کے نزدیک چوں کہ ریاست، رنگ و نسل ایسے حوالے سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور یہ لوگ مذہب کو تدریجاً دیس نکالا دے چکے ہیں، اس لیے وہ مذہب پر حملے کو ریاست پر حملہ قرار دیتے ہیں، اسی طرح امریکی سپریم کورٹ نے ایک مقدمے میں قرار دیا کہ:

> ''یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ دنیا میں تہذیب وتمدن کے آغاز ہی سے کسی ملک کے طرزِ حکومت کی تشکیل میں دین و مذہب کا نہایت اہم رول رہا ہے اور اس ملک کے استحکام اور بقا کا انحصار بڑی حد تک اس مذہب کے احترام اور تکریم سے وابستہ ہے جو وہاں کی غالب اکثریت کے دینی شعائر سے علیحدہ نہ ہونے والا لازمی حصہ ہے''---[انسائی کلوپیڈیا آف برٹانیکا، جلد:۱۱، صفحہ:۴۷]

جب تک مسلمان ایک امت تھے اور ہر قسم کی فکری بے راہ روی سے محفوظ رہے، تب تک ''نصرتِ حق'' کا وعدہ بھی فیض بار رہا، مگر جب مسلمان اپنے مرکز سے کٹ گیا تو وقت کی بادِ صرصر کے بے رحم تھپیڑوں سے اسے کہیں پناہ نہ ملی اور اپنے اصل مرکز (وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ) بارگاہِ نبوی سے وابستگی کی بجائے حیا سوز، دین کش، ایمان دشمن معاشروں، قوموں اور ملکوں میں پناہ ڈھونڈنے لگا--- یعنی جس بدبخت نے اس بدحالی سے دوچار کیا، اسی کے ''لونڈے سے دوا'' لینے جا پہنچا--- یاد رہے عالم اسلام، عشق رسول اور اپنے عقائد و ایمانیات میں یکسو تھا، مگر جن جن ممالک میں فرنگی کسی نہ کسی رنگ پہنچا، ان ریاستوں کے مسلمان باشندے فرنگی استعمار کی فکری گمراہی کا شکار ہو گیا---

یہاں برصغیر پاک و ہند میں فرنگی قبضے سے قبل اسلامی نظام عدل قائم تھا، جس کے مآخذ قرآن مجید، سنتِ رسولِ کریم اور فقہ تھے، مگر فرنگیوں نے برصغیر پر مکمل قبضہ جمانے کے بعد قانونی ضروریات پوری کرنے کے لیے ''نپولین کوڈ'' کی روشنی میں The Indian Penal Code (تعزیراتِ ہند) متعارف کرایا، ان قوانین کی تشکیل کا مقصد فرنگیوں کو اپنے مفادات کا تحفظ اور اہلِ ہند پر انتظام سخت کرنے کے لیے قوانین کے نام پر شکنجا کسنا تھا اور یہ کام اتنی مہارت سے کیا گیا کہ مفتوح و محکوم رعایا نے سرِ تسلیم خم کر دیا--- فرنگی کے لیے ''مسلمان'' خطرہ تھے، اس مزعومہ خطرہ کو نابود کرنے کے لیے مسلمانوں کی تعلیم، ان کی قومی روایات و اقدار کو بطور خاص ہدف بنایا---

WWW.NAFSEISLAM.COM

مسلمان خود بھی اپنے آپ کو عملاً نظمِ حکومت سے دور رکھتے --- رومن امپائر کے بعد برطانیہ کا یونین جیک جب دنیا پر لہرا رہا تھا تو رومیوں کے بنائے قوانین ہی تاجِ برطانیہ کا جھومر بنے --- معمولی لفظی ردّ و بدل کے بعد ان کا برطانوی ریاستوں میں نفاذ کر دیا گیا، اس ردّ و بدل میں ایک تبدیلی یہ تھی کہ رومیوں نے دیوتا اور بادشاہ کی بے حرمتی کو بغاوت قرار دے کر اس کی سزائے موت مقرر کر رکھی تھی، انگریزوں نے اس میں دیوتا اور بادشاہ کی بجائے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے جرم کی سزا موت رکھی --- چناں چہ ۱۸۶۰ء تک برطانیہ میں سیدنا مسیح ناصری علیہ السلام کی توہین کی سزا موت کا قانون نافذ رہا، جو اب تک بطور Common Law موجود ہے اور اب یہ قابلِ تعزیر جرم ہے --- مگر بلاسیمی ایکٹ کی رو سے اس جرم کی سزا ''جلاوطنی'' ہے ---

اِدھر برصغیر میں تعزیراتِ ہند کے مجموعہ قوانین میں ایک دفعہ ۱۲۴/الف ۱۸۹۸ء کو شامل کر دی گئی --- جس کی رو سے انگریزوں کے خلاف اشتعال پھیلانے کو بغاوت قرار دے دیا گیا اور اس خطے کے باشندوں کے مذہبی وفرقہ وارانہ تنازعات اور انتشار کم کرنے کے لیے ۱۸۹۸ء ہی میں دفعہ ۱۵۳/الف نافذ کر دی گئی --- غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ والے مقدمہ میں ابتدائی سماعت دلیپ سنگھ جج نے کی اور اس نے پیغمبرِ اسلام حضور پرنور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ ابی اُمی وروحی) کی توہین کو ۱۵۳/الف کی رو سے قابلِ تعزیر جرم قرار نہ دیا، جس پر مسلمانانِ برصغیر میں بے چینی اور غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی --- ان حالات میں فرنگی حکمرانوں نے مسلمانوں کی محض اشک شوئی کے لیے ۱۹۲۷ء کو تعزیراتِ ہند میں دفعہ ۲۹۵/الف کو شامل کر دیا --- اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد ۲۳/مارچ ۱۹۵۶ء کو مجموعہ قوانین تعزیرات پاکستان میں اس دفعہ کو شامل کر کے ''ہز مجسٹی کی رعایا'' کی بجائے ''پاکستان کے شہریوں'' کر دیا --- ۲۹۵/الف، ب اور ج کی ترامیم کا سفر ۳۰/اپریل ۱۹۹۱ء کو مکمل ہو گیا ---

اس قانون سازی کا مقصد اللہ اور اس کے رسول کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرنا اور دوسرا مقصد اس قانون کے ذریعے محض شک وشبہ یا غلط طور پر اقدامِ قتل کا سدباب تھا --- جب یہ قانون پاس ہوا تو وطن عزیز کے کثیر تعداد میں اقلیتی نمائندوں نے اس کی تصویب کی اور اسے خاص طور پر اقلیتوں کے لیے باعث رحمت قرار دیا --- مگر صیہونیت کے زیر اثر غیر ملکی ایجنسیوں کے ذریعے پاکستان میں ان کی قائم کردہ ''این جی اوز'' نے اپنے آقاؤں کے اشارے پر اس قانون کے خلاف پراپگنڈہ شروع کر دیا اور نوبت اس قانون کی تنسیخ کے

مطالبے تک آ گئی--- نامی گرامی افراد دانستہ یا نادانستہ بطور فیشن 295.C کے خلاف لکھنے، بولنے اور اشتعال انگیزی کرنے لگے--- حتی کہ اس قماش کے لوگ نظریہ پاکستان کی نفی کرنے لگے اور اپنی مرضی کے مطالب و مفاہیم نکالنے لگے--- اس سلسلے کی تان ۱۱/اگست ۱۹۴۷ء کے حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خطاب کے مسخ شدہ مفہوم پر ٹوٹی--- اس منفی سوچ کے تحت حضرت قائداعظم کی شخصیت کو متنازعہ بنانے کی بھونڈی حرکت کی--- حقیقت جاننے کے لیے آپ خود وہ تقریر ملاحظہ فرمائیں--- یہ تقریر قائداعظم نے ۱۱/اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی میں مجلس دستور پاکستان کا پہلا صدر منتخب ہونے پر ارشاد فرمائی:

"You are free to go to your temples, you are free to go to your mosque or to any other places of worship in this State of Pakistan. You may belong to any religion or caste or creed--- that has nothing to do with the business of the State"

(Speeches, Statements & Messages of The Quaid-e-Azam. VOL:4, pg:2604)

''مملکت پاکستان میں آپ آزاد ہیں، اپنے مندروں میں جائیں، اپنی مساجد میں جائیں یا کسی اور عبادت گاہ میں، آپ کا کسی مذہب، ذات پات یا عقیدے سے تعلق ہو--- کاروبارِ مملکت کا اس سے کوئی تعلق نہیں''---

حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا ایک اقتباس اور دیکھیے، وہ فرماتے ہیں:

"And you will find that in course of time Hindus would cease to be Hindus and Muslims would cease to be Muslims, not in the religious sense, because that is the personal faith of each individual, but in the political sense as citizens of the State"(Speeches, Statements & Messages of The Quaid-e-Azam. VOL:4, pg:2605)

''اور پھر آپ دیکھیں گے کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا، نہ ہندو، ہندو رہے گا، نہ مسلمان، مسلمان، مذہبی اعتبار سے نہیں، کیوں کہ یہ ذاتی عقائد کا معاملہ ہے، بلکہ سیاسی اعتبار سے اور مملکت کے شہری کی حیثیت سے''---

نظریہ پاکستان کی نفی کرنے والوں کا سارا زور اس تقریر کے انھی دو پیروں پر ہوتا ہے اور وہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قائداعظم پاکستان کو سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے، لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی--- ان کی وفات کے بعد رجعت پسندوں نے صورت حال بگاڑ دی اور

پاکستان کو مذہبی/نظریاتی ریاست بنانا چاہتے ہیں---

ان عناصر کی رگوں میں اگر گہرا اندھیرا نہ ہو تو حضرت قائداعظم علیہ الرحمۃ کی یہ تقریر اور اس تقریر میں اُن کے تیور ملاحظہ ہوں جو تقریر آپ نے کراچی بار کی طرف سے منعقدہ محفل عید میلاد النبی علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام، ۲۵ر جنوری ۱۹۴۸ء کو ارشاد فرمائی --- ایک بات ذہن میں رہے کہ سابقہ تقریر، جس کا بڑا شور مچایا جاتا ہے، وہ ۱۱ر اگست ۱۹۴۷ء کو کی گئی تھی، جب کہ یہ تقریر ۲۵ر جنوری ۱۹۴۸ء کو کی گئی --- یعنی دونوں تقریروں کے درمیان تقریباً ساڑھے پانچ ماہ کا عرصہ ہے اور یہ بھی کہ اگست والی تقریر سے شرپسندوں نے جو مغالطہ پھیلایا، قائد نے ۲۵ر جنوری ۱۹۴۸ء والی تقریر میں اس کا ازالہ فرما دیا، اب وہ تقریر ملاحظہ فرمائیے:

"He could not understand a section of the people who deliberately wanted to create "mischief" and made propaganda that the constitution of Pakistan would not be made on the basis of Shariat"

(Speeches, Statements & Messages of The Quaid-e-Azam. VOL:4, pg:2669)

''وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ لوگوں کا ایک طبقہ جو دانستہ طور پر ''شرارت'' کرنا چاہتا ہے، یہ پراپگنڈہ کر رہا ہے کہ پاکستان کے دستور کی اساس شریعت پر استوار نہیں کی جائے گی'' ---

اس پیرے کے تیور دیکھیے کہ ایک طبقہ دانستہ ''شرارت'' کرنا چاہتا ہے، اور شرارت کیا ہے، یہ کہ پاکستان کے دستور کی بنیاد شریعت پر نہیں رکھی جائے گی --- افسوس! یہ بدنصیب ہمارے قائد محترم کی اس کھلی وضاحت کے باوجود گمراہ ہیں اور گمراہی پھیلا رہے ہیں ---

پھر قائد نے فرمایا:

"Islamic principles today are as applicable to life as they were 1,300 years ago"(Speeches, Statements & Messages of The Quaid-e-Azam. VOL:4, pg:2669)

یعنی ''آج بھی اسلامی اصولوں کا زندگی پر اسی طرح اطلاق ہوتا ہے جس طرح تیرہ سو برس پیش تر ہوتا تھا'' ---

"The Governor-General of Pakistan said that he would like to tell those who are misled--- "some are misled by propaganda"--- that not only the Muslims but

also non-Muslims have nothing to fear"

(Speeches, Statements & Messages of The Quaid-e-Azam. VOL:4, pg:2669)

''گورنر جنرل پاکستان نے فرمایا، جولوگ گمراہ ہو گئے ہیں یا کچھ لوگ جو اس پروپیگنڈا سے متاثر ہو گئے ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کو بھی خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں''---

"Islam and its idealism have taught democracy. Islam has taught equality, justice and fairplay to everybody. What reason is there fo anyone to fear democracy, equality, freedom on the highest standard of integrity and on the basis of fairplay and justice for everybody. Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah said: "Let us make it (the future constitution of Pakistan). We shall make it and we will show it to the world"

(Speeches, Statements & Messages of The Quaid-e-Azam. VOL:4, pg:2669)

''اسلام اور اس کے اعلیٰ نصب العین نے ہمیں جمہوریت کا سبق پڑھایا ہے، اسلام نے ہر شخص کو مساوات، عدل اور انصاف کا درس دیا ہے، کسی کو جمہوریت، مساوات اور حریت سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے، جب کہ وہ دیانت کے اعلیٰ ترین معیار پر مبنی ہو اور اس کی بنیاد ہر شخص کے لیے انصاف اور عدل پر رکھی گئی ہو---ہمیں اسے بنالینے دیجیے، ہم یہ بنائیں گے اور ہم اسے ساری دنیا کو دکھائیں گے''---

محترم قائد آگے فرماتے ہیں:

"The Prophet was a great teacher. He was a great law- giver. He was a great Statesman and he was a great Sovereign who ruled. No doubt, there are many people who do not quite appreciate when we talk of Islam"

(Speeches, Statements & Messages of The Quaid-e-Azam. VOL:4, pg:2670)

''رسول کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام ایک عظیم رہبر تھے---آپ ایک عظیم قانون عطا فرمانے والے تھے---آپ ایک عظیم مدبر تھے اور آپ ایک عظیم فرمان روا تھے، جنہوں نے حکمرانی کی---جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو بلاشبہہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس بات کو بالکل نہیں سراہتے''---

"Islam is not only a set of rituals, traditions and spiritual doctrines. Islam is also a code for every Muslim which regulates his life and his conduct in even politics and economics and the like. It is based on the highest principles of honour, integrity, fairplay and justice for all. One God and the equality of manhood is one of the fundamental principles of Islam. In Islam there is no difference between man and man. The qualities of equality, liberty and fraternity are the fundamental principles of Islam"

(Speeches, Statements & Messages of The Quaid-e-Azam. VOL:4, pg:2670)

''اسلام نہ صرف رسم و رواج، روایات اور روحانی نظریات کا مجموعہ ہے، بلکہ اسلام ہر مسلمان کے لیے ایک ضابطہ بھی ہے، جو اس کی حیات اور اس کے رویہ بلکہ اس کی سیاست اور اقتصادیات وغیرہ پر محیط ہے--- یہ وقار، دیانت، انصاف اور سب کے لیے عدل کے اعلیٰ ترین اصولوں پر مبنی ہے--- ایک خدا اور ایک خدا کی توحید، اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے--- اسلام میں ایک آدمی اور دوسرے آدمی میں کوئی فرق نہیں --- مساوات، آزادی اور یگانگت، اسلام کے بنیادی اصول ہیں'' ---

ایک سلیم الفطرت، راست فکر انسان کے لیے حضرت قائد اعظم علیہ الرحمۃ کی دونوں تقاریر سامنے ہیں، وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہیں رہ سکتا، قائد کی دوسری (۲۵ رجنوری ۱۹۴۸ء والی) تقریر اور اس کا لب و لہجہ کتنا واضح پیغام ہے--- اس دوٹوک وضاحت کے بعد صرف وہی نہیں سمجھے گا جو سمجھنا چاہتا ہی نہیں--- یہ طے ہوگیا کہ بانی پاکستان اس نئی ریاست کو کیسا بنانا چاہتے تھے اور یہ بھی کہ ان کا اپنے آقا و مولیٰ نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے کتنا روشن اور پختہ عقیدہ ہے--- پاکستان کے نظریاتی ریاست ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا---

افسوس صد ہزار افسوس کہ آج دنیا اپنی فضاؤں کو آلودگی سے بچانے کے لیے قانون سازی کرتی ہے، اپنے جنگلوں، دریاؤں، پہاڑوں، جنگلی اور پالتو جانوروں کے حق میں قانون سازی کرتی ہے۔ یعنی کسی درخت، جانور وغیرہ کو دُکھ دینا تو جرم اور قابلِ سزا ہے، مگر اہلِ پاکستان اپنے حریص، بزدل اور ملت فروش حاکموں اور رہبروں کی دوں ہمتی کے باعث ضعیف ہی نہیں ضعیف تر ہو چکی ہے--- ہر کوئی پاکستان پر چڑھ دوڑنے کو دلیر ہو رہا ہے--- کنیزان و بندگانِ سیم و زر این جی اوز مسلمان ملک کی مسلم اکثریت کا اپنے ہی وطن میں کوئی حق تسلیم نہیں کرتے اور اقلیتوں کے

ناشکراپن کا منظر بھی دیدنی ہے--- اکثریت، اقلیت کے سامنے حقیر و ذلیل ہو رہی ہے---

شرم و حیا سے عاری، فحاشی، عریانی کے شوقین یہ مٹھی بھر اخلاق باختہ مرد و زن کس قدر ڈھٹائی سے ''قانون تحفظ ناموس رسالت'' 295.C کی تنسیخ کا ڈھول پیٹ رہے ہیں--- دلیل کتنی بودی، غیر علمی، غیر عقلی اور قطعی غیر عملی ہے، کہ چوں کہ اس قانون کا استعمال غلط ہو رہا ہے، اس لیے یہ قانون منسوخ کیا جائے--- ان عقل کے اندھوں کو کون سمجھائے کہ قانون کا غلط یا صحیح استعمال عام آدمی کا مسئلہ نہیں، مسئلہ تفتیشی اداروں کا ہے، ذمہ داری حکمرانوں کی ہے، اگر تفتیش درست ہو تو غلط استعمال نہیں ہوسکتا--- ہمارے جرائم پیشہ حکمران، پولیس گردی کا خود جواز فراہم کرتے ہیں، پولیس کا ذاتی اور غیر قانونی استعمال بند ہو جائے تو پھر پولیس کو بھی جواب دہی کا خوف ہوگا--- موجودہ حالات میں، قاتل آزاد کر کے مقتول کے لواحقین کے خلاف مقدمہ قائم کر دیا جاتا ہے--- توہینِ رسالت کا اگر کوئی شخص کسی کے خلاف الزام عائد کرتا ہے تو حکومتی ذمہ دار آفیسر تفتیش کو زیادہ سے زیادہ دیانت دارانہ یقینی طور پر درست بنانے کے لیے متعلقہ علاقہ سے اہلِ علم، اہلِ دیانت علماء و عمائدین کی مؤثر موجودگی میں سارا عمل مکمل کر کے عدالت کو چالان پیش کرے اور اس تفتیشی کارروائی پر مذکورہ موجود حضرات کے تائیدی و توثیقی دستخط لیے جائیں، جو چالان کا حصہ ہوں--- تفتیش میں اگر شکایت درست پائی جائے تو ملزم کو قانون کے مطابق سزا دی جائے، اگر شکایت غلط ثابت ہو اور شکایت کنندہ کی بدنیتی ظاہر ہوتی ہو تو عدالت اس جھوٹے کے خلاف تعزیری کارروائی عمل میں لائے---

WWW.NAFSEISLAM.COM

الیکٹرانک میڈیا کا بدقسمتی سے بہت کم مثبت استعمال ہو رہا ہے--- نام نہاد دانش ور مہمانوں کی تضحیک، ان کے منہ میں اپنی مرضی کے جملے ٹھونسنے اور ان کو آپس میں لڑانے کے شوق میں مبتلا ہیں--- بعض اوقات تو عام آدمی سے بھی کسی حادثہ وغیرہ کے موقع پر مضحکہ خیز سوالات کیے جاتے ہیں--- آج کل ننکانہ صاحب کے کسی دیہات کی عیسائی عورت کے حوالے سے میڈیا کو من پسند موضوع ہاتھ لگا ہوا ہے اور خوب نکتہ آفرینیاں کی جا رہی ہیں--- بعض میز بانوں کا لب و لہجہ انتہائی گھٹیا اور جانب دارانہ ہوتا ہے کہ ناظرین و سامعین ان کے خبثِ باطن پر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں---

چند ایک میز بانوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ لوگ نبی پاک ﷺ پر کوڑا پھینکتے تھے، راستے میں کانٹے بچھاتے تھے، پتھروں سے لہولہان کر دیتے تھے مگر انہوں نے ہمیشہ عفو و درگزر سے کام لیا--- کسی سے بدلہ نہیں لیا--- یہ کہہ کر نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ہم کسی شاتمِ رسول کا مؤاخذہ کرنے والے

کون ہوتے ہیں--- ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم کسی گستاخ کا احتساب کریں یا اس کے خلاف عدالتی چارہ کوئی کریں--- اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

عقل کے دشمنوں کو کیسے بتایا جائے کہ جس کسی کے خلاف کوئی جرم سرزد ہوتا ہے، اس شخصیت کو پورا اختیار ہے کہ وہ بدلہ کے لیے اقدام کرے یا معاف کر دے، لیکن اس بیٹے کو کیا کہو گے جو اپنے باپ کی بے عزتی کرنے والے کو معاف کرے--- کوئی بیٹا، اپنے باپ کے گستاخ کو، کوئی شاگرد اپنے استاذ کو ذلیل کرنے والے کو معاف کرنے کا حق نہیں رکھتا، بلکہ غیرت مند بیٹا یا شاگرد، اپنے باپ یا استاذ کے گستاخ کو موقع پر سبق سکھا دیتا ہے--- کیا سلمان تاثیر اور رانا ثناء ایک دوسرے کے لیے دل میں ایسا نرم گوشہ رکھتے ہیں--- کیا PPP کے اصل جیالے بھٹو مرحوم اور ن لیگ والے نواز شریف کو گالیاں دینے والوں کے گھر چل کر جا سکتے ہیں؟ اُن کے لیے پھولوں کے ہار پیش کر سکتے ہیں؟ جب وہ جیالا، جیالا نہیں جو بھٹو کے خلاف گالی برداشت کرے اور وہ متوالا، متوالا نہیں جو نواز کے خلاف گالی برداشت کرے، تو پھر وہ مسلمان، مسلمان کیسے ہو سکتا ہے، جو محبوبِ خدا کے خلاف گستاخی کو برداشت کرنے کا مشورہ دے اور ہماری یہ بات ان سب اصلاح کے مدعی منافقوں کے لیے ہے--- لیکن یہ روشن خیالی جو بیٹے، شاگرد اور اُمتی کو بے غیرت بنانے پر تلی ہے، لعنت اس روشن خیالی پر اور اس کے داعی روشن خیالوں پر---

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی کسی شاتمِ رسول کو معاف کیا تھا؟؟؟ اگر نہیں اور یقیناً ایسا کبھی نہیں ہوا تو پھر تمہیں کس نے اختیار دیا ہے کہ تم شاتمِ رسول کو معاف کرتے پھرو؟ اپنے ذاتی مخالف یا ایسے شخص کو جس نے آپ کی بے عزتی کی ہو، اُسے بھی اسی فراخ دلی سے معاف کر دیتے ہو یا-----

یاد رہے دنیا بھر کے یہود، ہنود اور نصاریٰ کبھی تمہیں قابلِ بھروسہ نہیں سمجھتے، وہ تمہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال تو ضرور کرتے ہیں، مال بھی دیتے ہیں، اس مال کو تمہاری ضمیر فروشی کا صلہ سمجھتے ہیں، مگر وہ تم سے مخلص ہرگز نہیں ہو سکتے --- وہ تمہیں ذلیل کر کے خوش ہوتے ہیں---

قرآن حکیم کا اعلان ہے:

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ ---[البقرة:۱۲۰]

''یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز خوش نہ ہوں گے جب تک کہ ان کے طور طریقے اختیار نہ کر لو گے'' ---

یا رسول اللہ انظر حالنا

مرکزِ اہلسنّت پاکستان

مرکزی دفتر :- ۲۹۸۔اے نیو مسلم ٹاؤن لاہور پاکستان فون : ۵۸۶۱۸۱۷ فیکس : ۵۸۶۹۸۵۱

تاریخ ________ حوالہ نمبر ________

''سنی لانگ مارچ''حبس کے ماحول میں خوشبودار تازہ ہوا کا جھونکا

[پریس ریلیز]

''سنی لانگ مارچ'' سے بالآخر بے جا رکاوٹیں دور کر کے جس طرح وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے قدرے معقولیت کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے کہیں زیادہ یہ ضروری ہے کہ طوفان بڑھنے سے پہلے تمام جائز مطالبات تسلیم کر لیے جائیں۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کا مکمل نفاذ، ناموس رسالت کا ہمہ پہلو تحفظ، اولیاء اللہ کے مقدس مزارات پر حملوں کا انسداد، دہشت گردی کی وارداتوں میں ملوث وگرفتار مجرموں کو عبرت ناک سزائیں، قرضے معاف کرانے والے لٹیروں سے لوٹی گی---اور بیرون ملک جمع کرائی گئی ناجائز دولت کی واپسی جیسے سارے قومی اور عوامی مطالبات بالکل جائز اور واجب التسلیم ہیں۔

ان خیالات کا اظہار آج مرکز اہل سنت پاکستان کے سرپرست اعلیٰ شیخ الحدیث صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری بصیر پوری، مرکزی صدر علامہ احمد علی قصوری، اراکین شوریٰ ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری، استاذ العلماء صاحبزادہ محمد نعیم اللہ نوری، پروفیسر خلیل احمد نوری، علامہ محمد شریف قادری اور پیرزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری نے اپنے مشترکہ بیان میں کیا۔

علماء ومشائخ اہل سنت نے کہا کہ مصطفوی امت کے تاریخی واعتقادی موقف، اجماعی فتوے اور اجتماعی ضمیر کے مطابق مسلم وغیر مسلم اور مرد وزن کا امتیاز کیے بغیر ہر گستاخ رسول کی سزا موت ہے، جو کہ آئین پاکستان کے عین مطابق ہے۔ بنابریں آئین کی دفعہ 295-C کو بدلنے یا ختم کرنے کی سازش برداشت نہیں کی جائے گی۔ عالم کفر کے ذہنی غلاموں اور امریکہ کے پٹھو سیاست دانوں اور حکمرانوں نے اگر کوئی ایسا اقدام کیا تو وہ عوامی سیلاب میں بہہ جائیں گے۔ [ناظم دفتر، محمد بلال رضا قادری]

۲۹ نومبر ۲۰۱۰ء

شرح صحیح مسلم (۷ جلد) اور تفسیر تبیان القرآن (۱۲ جلد)

کی عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضھم

---کا ایک اور عظیم تخلیقی شاہکار---

نِعمَۃ البَاری فی شرح صحیح البُخاری

چند خصوصیات:

- ......مروّج اردو زبان میں تمام احادیث کا آسان اور عام فہم ترجمہ---
- ......متقدمین کی شروح کی روشنی میں احادیث کی واضح تشریح---
- ......اصول حدیث کے مطابق احادیث کی فنی تحقیق---
- ......ائمہ اربعہ کی امہات کتب سے ان کے مذاہب مع دلائل اور فقہ حنفی کی ترجیح---
- ......اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو---
- ......مسائل حاضرہ اور تازہ ایجادات کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر---
- ......''شرح صحیح مسلم'' میں جن احادیث کی مفصل شرح کی جا چکی ہے، ان کا حوالہ دے دیا ہے اور ان کی مختصر شرح کی گئی ہے---
- ......صحیح بخاری کی جن احادیث کی شرح ''شرح صحیح مسلم'' میں کم کی گئی ہے یا جو احادیث صحیح مسلم میں نہیں ہیں، ان کی مفصل شرح کی گئی ہے---
- ......صحیح بخاری کی ہر حدیث کی مفصل تخریج اور باب کے عنوان کی حدیث سے مطابقت واضح کی گئی ہے---
- ......صحیح بخاری کی مکرر احادیث کا صرف ترجمہ کیا گیا ہے اور جہاں اس کی شرح کی گئی ہے، اس حدیث کا نمبر دیا گیا ہے---
- ......کتاب کے ابتداء میں ایک مقدمہ ہے، جس میں حجیت حدیث اور اصطلاحات حدیث کا مفصل ذکر ہے---

پیش کش: فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

Ph:+92-42-7312173,7123435
Fax:+92-42-7224899
E-mail:info@faridbookstall.com
Web Site: www.faridbookstall.com

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی انفرادیت

پروفیسر خلیل احمد نوری

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

جن شہیدوں کے لہو کی بدولت شجر اسلام آج سر سبز و شاداب ہے، ان میں حضرت سیدنا امام حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ منفرد اور ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ وہ امتیازی پہلو اور خصوصیات جن کے باعث شہادت حسین کو انفرادیت حاصل ہے اور جس کی بدولت صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی اس شہید ناز کی یاد دلوں سے محو نہیں ہونے پائی۔ ان میں نمایاں ترین وجوہ کا تذکرہ زیر نظر ہے:

جگر گوشۂ رسول

ایک انسان کے لیے سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ وہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا تعلق استوار رکھے، بلکہ مسلم اور غیر مسلم کی پہچان ہی اسی نسبت کے حوالے سے ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث پاک میں ہے، آپ نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ--- [صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ]

''ذاتِ محمد (ﷺ) لوگوں کے درمیان حدِ امتیاز ہیں''---

آپ کی ذاتِ گرامی سے تعلق کی نوعیت جسمانی بھی ہوسکتی ہے اور روحانی بھی۔ اگر بیک وقت یہ دونوں نسبتیں میسر آجائیں تو اس سے بڑھ کر کسی کی اور کیا سعادت اور ارجمندی ہوسکتی ہے؟

نواسۂ رسول حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو نہ صرف یہ دونوں نسبتیں میسر تھیں بلکہ آپ کے متعلق ذاتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشادِ مبارک موجود ہے:

حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَ أَنَا مِنْ حُسَيْنٍ---

[جامع ترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب الحسن و الحسين]

''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں''---

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَ أَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا---

[جامع ترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب الحسن و الحسين]

''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور ان سے محبت رکھنے والوں سے محبت فرما''---

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

إِنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا---

[جامع ترمذی، كتاب المناقب]

''حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) میرے دو پھول ہیں''---

حضور ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر سوار فرمایا اور جب کہا گیا کہ سواری کتنی اچھی ہے؟ تو فرمایا:

''سوار بھی تو بہت اچھا ہے''---

ان کی خاطر حضور ﷺ سجدوں میں طوالت فرماتے تاکہ انھیں اذیت نہ ہو۔ پیشانی سے بوسے لیتے اور زبان مبارک ان کے منہ میں ڈال دیتے تاکہ وہ چوس لیں۔

حضور ﷺ سے یہی وہ رشتہ داری اور نسبت ہے جس کی یاددہانی کراتے ہوئے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مقام کربلا میں یزیدی لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا:

فانسبوني فانظروا من أنا ...... ألست ابن بنت نبيكم وابن وصيه و ابن

WWW.NAFSEISLAM.COM

عمه و أولى المؤمنين بالله و المصدق لرسوله أو ليس حمزة سيد الشهداء عم أبي أو ليس جعفر الشهيد الطيار في الجنة عمي ...... فوالله ما بين المشرق و المغرب ابن بنت نبي غيري منكم و لا من غيركم ....---

[الكامل فى التاريخ، ذكر قتل مرداويج]

''لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو، سوچو میں کون ہوں .... کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا نہیں ہوں، ان کے وصی اور چچا زاد کا لخت جگر نہیں ہوں، جنہوں نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہی اور اس کے رسول کی تصدیق کی؟ کیا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرے چچا نہیں تھے؟ .... اللہ کی قسم! اس وقت روئے زمین پر میرے سوا کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں ....''---

چاہیے تو یہ تھا کہ نسبت رسول کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی عظمت کے سامنے سرنیاز جھکا دیا جاتا، لیکن برا ہو جاہ پرستی اور ہوس اقتدار کا، جس کی بنا پر ابن زیاد، ابن سعد اور یزیدی لشکر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے خون کے درپے ہوئے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت میں مبتلا کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے شب عاشور کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر انور گرد آلود ہے اور دست اقدس میں خون کی ایک شیشی ہے۔ میں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

ھٰذَا دَمُ حُسَیْنٍ وَ اَصحابه لَمْ ازَلْ اَلْتَقِطُهٗ مُنْذُ الْیَوْم ---

[اسد الغابہ، جلد۲، صفحہ ۲۲]

''یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے، جسے میں سارا دن جمع کرتا رہا ہوں''---

حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی کیفیت میں دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

عَلٰی رَاْسِهٖ وَ لِحْیَتِهٖ تُرَابٌ قُلْتُ مَا لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ شَهِدْتُ قتلَ الْحُسَیْنِ آنِفًا---[اسد الغابہ، جلد۲، صفحہ ۲۲]

''آپ کے سرانور اور داڑھی مبارک پر مٹی پڑی ہوئی تھی، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ کی یہ کیفیت کس وجہ سے ہے؟ آپ نے فرمایا، میں ابھی ابھی قتل گاہ حسین سے ہو کر آیا ہوں''---

سرکار ﷺ کے ساتھ تعلق وواسطے کی اتنی گہرائی کے باوجود جس شقاوت قلبی کا ثبوت دیا گیا، اس پر اپنوں کو ہی نہیں غیروں کو بھی تعجب ہوا۔ جب سر حسین رضی اللہ عنہ دربار یزید میں پہنچا تو وہاں پر روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ یزید نے اپنی ازلی تیرہ بختی کو دعوت دیتے ہوئے آپ کے لبوں کو چھڑی سے چھوا اور بے ہودہ باتیں کیں، تو اس وقت سفیر روم بول اٹھا:

''ہمارے پاس گرجے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سواری کے پاؤں کا ایک نشان محفوظ ہے، ہم سال ہا سال سے اس نشان کی تکریم کرتے چلے آرہے ہیں اور ایک تم ہو جنھوں نے اپنے نبی کے نواسے کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا ہے، پھر اس پر تفاخر و تمکنت کا اظہار کر رہے ہو، تف ہے تمہارے امتی ہونے پر''---

اسی مجلس میں ایک یہودی نے بھی یزید کو ملامت کرتے ہوئے کہا:

''موسیٰ علیہ السلام کے امتی میری محض اس وجہ سے تعظیم کرتے ہیں کہ میں آپ کی نسل میں سے ہوں، حالاں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور میرے درمیان ستر پشتوں کا فاصلہ ہے اور تمہارا حال یہ ہے کہ اپنے رسول کے نواسے کو بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد شہید کر کے اترا رہے ہو''---

رسالت ماب ﷺ کے ساتھ قرب اور پیار ومحبت کا یہ وہ پہلو ہے جو کسی دوسری شہادت کا طرۂ امتیاز نہیں ہے۔ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ سرکار ﷺ کے چچا ہیں مگر ''حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ أَنَا مِنْ حُسَیْنٍ'' کا ارشاد مبارک کسی بڑے تعلق اور قرب کی نشان دہی کرتا ہے۔

مظلومیت حسین

اسلام وہ دین رأفت ورحمت ہے جس نے جانوروں تک کو بھوکا پیاسا رکھنے کی شدید ممانعت کی ہے۔ ذبحِ جانور کے اصول و آداب وضع کیے ہیں، تاکہ جان کی حرمت خواہ وہ جانور ہی کیوں نہ ہو، پائمال نہ ہونے پائے۔

صحیح بخاری کی ایک معروف حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ ایک فاحشہ اور بدکارہ طوائفہ کی فرد جرم پر صرف اس لیے قلم پھیر دیا گیا کہ اس نے ایک جاں بلب پیاسے پلے کو پانی مہیا کرنے میں اپنی سی کوشش کی تھی۔ پھر شدید گرمی اور تپتے ہوئے صحرا میں خانوادۂ نبوت پر پانی کی بندش کا کیا جواز تھا؟ حضرت حر نے اہل کوفہ کو خطاب کرتے ہوئے اس بات پر کوفیوں کو سخت ملامت کی تھی:

''تم نے ان کو، ان کی عورتوں کو اور ان کے ساتھیوں کو دریائے فرات کا بہتا ہوا پانی

پینے سے روک دیا، جس کو یہودی، مجوسی، نصرانی سب پیتے ہیں اور اس میں سے خنزیر اور کتے چرتے، اچھلتے، کودتے اور اس کا پانی خوب پیتے ہیں۔ مگر کتنے ظلم کی بات ہے کہ اسی پانی کے لیے حسین اور ان کے اہل وعیال تڑپ رہے ہیں اور انھیں پیاس نے بے حال کر رکھا ہے مگر پانی نہیں پی سکتے''---[تاریخ طبری]

اختلاف تھا تو حضرت امام سے، مگر عون ومحمد اور علی اصغر کی معصومیت سے انھیں کس بات کا کھٹکا تھا؟ جن کے جسم وجاں کو چھلنی کر کے ہی یزیدیوں کی حس ظلم وستم کو تسکین مل سکی اور پانی کے بدلے میں علی اصغر کے مرمریں اور ریشم ایسے گلو کو تیر سے چھید کر رکھ دیا گیا۔

شہادت حسین (رضی اللہ عنہ) کے بعد نعش مبارک اور قافلہ حسین کی پائمالی کا منظر ذرا حضرت مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں پڑھیے:

''اس پر بھی صبر نہ آیا، امام کا لباس مبارک اتار کر آپس میں بانٹ لیا اور عداوت کی آگ اب بھی نہ بجھی، اہل بیت کے خیموں کو لوٹا، تمام مال، اسباب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کا زیور اتار لیا، کسی بی بی کے کان میں ایک بالی بھی نہ چھوڑی۔ اللہ عزوجل واحد قہار کی ہزار ہزار لعنتیں ان بے دینوں کی شقاوت پر، زیور تو درکنار اہل بیت کے سروں سے دوپٹے تک .... اب بھی مردودوں کے چین نہ پڑا، ایک شقی، ناری، جہنمی پکارا، کوئی ہے کہ حسین (رضی اللہ عنہ) کے جسم کو گھوڑوں سے پامال کردے؟ دس مردود گھوڑے کداتے، دوڑاتے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود کے پالے، مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے پر کھیلنے والے کے تن مبارک کو سموں سے روندا، کہ سینہ وپشت نازنین کی تمام ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں''---[آئینہ قیامت]

اس پر بس نہیں کی گئی بلکہ آپ کے سرانور کو نیزوں پر اچھال کر کوفہ ودمشق کے بازاروں میں نمائش اور تفاخر کے طور پر جلوس نکالا گیا۔ ابن زیاد و یزید نے ان لبوں پر چھڑیاں ماریں جن پر آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ دیا کرتے تھے۔ ظلم درظلم یہ ہے کہ قتل حسین کی روسیاہی ان لوگوں کے مقدر میں آئی جنہوں نے ہزاروں خطوط لکھ کر آپ کو بلایا تھا۔ یہ کیا ظلم کی نئی ریت تھی کہ ہزاروں التجاؤں کے بعد جب مہمان گھر میں آیا تو تلواریں اور نیزیں سونت کر آپ پر پل پڑے۔

ان حقائق کی روشنی میں مظلومیت حسین، ظلم وستم کی سب داستانوں پر بھاری نظر آتی ہے اور یہ وجہ شہادت حسین کو سب شہادتوں پر تفوق وتقدم عطا کر دیتی ہے۔

حق گوئی کی نئی طرح

حضور سید دو عالم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

أَفْضَلَ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ---[مسند امام احمد، جز سابع عشر]

''بہترین جہاد سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے''---

یزید کی تخت نشینی اور مطالبہ بیعت کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے دو راستے تھے، ایک عزیمت کا راستہ اور دوسرا رخصت کا۔ عام مسلمانوں اور اس وقت موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی رخصت کے راستے کا انتخاب کیا تھا اور یہ کوئی خطا یا لغزش نہ تھی۔

یہ جاننے کے باوجود کہ عزیمت کی راہ کٹھن، جاں گسل اور دشوار گزار ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوسری راہ پر چل نکلے، یعنی اس وقت جب آپ کو دو صورتوں (یزید کی بیعت پر رضامندی یا پھر اپنی اور اعزہ و اقرباء کی قربانی) میں سے ایک کا انتخاب کرنا درپیش ہے، تو آپ دوسری صورت کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس راہ سے ہٹ جانے اور اپنے مشن سے دستبردار ہو جانے کے کئی مواقع میسر آئے، دوست احباب نے باز رکھنا چاہا، لیکن آپ نے استقامت و استقلال کی ایسی نظیر پیش کی جس کا اعادہ نہ ہو سکے گا۔

یہ ایک انوکھی اور نئی طرح تھی کہ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر صرف اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد نہیں کی بلکہ اپنے بھانجوں، بھتیجوں اور معصوم و جوان بیٹوں کو بھی کٹوا دیا اور صبر و استقامت کے ساتھ ایک کے بعد دوسری نعش کو اٹھائے مقتل سے خیمے میں واپس آتے رہے۔ اندیشہ سود و زیاں سے بالاتر ہو کر ''کرب و بلا'' کو دعوت مبارزت دی اور اپنی اور اپنے ہمراہیوں کی قربانیوں کو غازۂ حیات انسانیت بنا دیا--- کلمۂ حق کی خاطر پوری نسل کو مقتل میں جھونک دینے اور اپنے ہاتھوں سے خاندان کی اجتماعی قربانی پیش کرنے کی یہ پہلی اور آخری طرز تھی جو امام حسین رضی اللہ عنہ نے پیش کی۔

ابوالکلام آزاد نے شاید اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''آج تک تمام خاندان نبوت نے متفقہ طور پر اس (جہاد) میں شرکت بھی نہیں کی تھی اور اس کی کوئی نظیر تمام سلسلہ انبیاء میں نظر نہیں آئی تھی کہ صرف بھائی، صرف بیٹا، صرف بیوی ہی نے مقصد نبوت میں ساتھ نہ دیا ہو، بلکہ بلا تمیز خاندان نبوت کے اکثر اعزہ و ارکان راہ حق میں قربان ہوئے ہوں''---

''........ جب اسوۂ ابراہیمی کے زندہ کرنے کا ٹھیک وقت آ گیا تو

خاندان نبوت کے زن و مرد، بال بچے، غرض ہر فرد نے اس میں حصہ لیا اور جن قربانیوں کے پاک خون سے زمین کی آغوش اب تک خالی تھی، ان سے کربلا کا میدان رنگ گیا"---

حق گوئی کا یہ نیا انداز بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو انفرادیت عطا کرتا ہے اور دوسری عظیم شہادتوں سے ممتاز بنا دیتا ہے۔

حسینیت---ایک قوت محرکہ

یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ کے نزدیک اصل مسئلہ خلافت یا مسند اقتدار پر فائز ہونا نہیں تھا، آپ کا اصل ہدف اس طرز عمل کے خلاف جہاد تھا جو یزید کی تخت نشینی کے ساتھ پیدا ہوا تھا۔ حدود اللہ اور شعار اللہ کی شکست و ریخت کی ابتدا کر دی گئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پاک کو پس پشت ڈالا جا رہا تھا، چناں چہ آپ رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں اپنی آمد اور بیعت یزید سے انکار کی وجہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

أیها الناسُ إنَّ رسولَ اللّٰهِ، صلی اللّٰه علیه وسلم، قال: مَنْ رأی سُلْطاناً جائراً مُسْتَحِلًّا لحرمِ اللّٰه ناکثًا لِعَهْدِ اللّٰهِ مخالفًا لِسُنَّةِ رسول اللّٰه، صلی اللّٰه علیه وسلم، یعملُ فی عباد اللّٰهِ بالإثمِ و العدوان فَلَمْ یُغَیِّرْ مَا علیه بِفِعْلٍ و لا قول کانَ حقًا علَی اللّٰهِ أن یُدْخِلَه مَدخلَه ألا و إن هؤلاءِ قَدْ لَزِمُوْا طاعةَ الشَّیْطانِ و ترکوا طاعةَ الرحمنِ وَ أظهرُوا الفسادَ و عَطَّلُوا الحُدُودَ وَ اسْتأثرُوا بِالْفَیءِ وَ أحَلُّوْا حرامَ اللّٰه و حرّموا حلالَه، وَ أنا أحقُّ مِنْ غَیْر--- [الکامل فی التاریخ، ذکر مقتل الحسین]

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایسے ظالم سلطان کو دیکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنے والا ہے، رسول اللہ کی سنت کی مخالفت کرنے والا، اللہ کے بندوں کے ساتھ گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والا ہے، پھر وہ دیکھنے والا اپنے عمل اور قول سے اس کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتا، وہ قیامت کے دن اس شخص کو بھی جہنم کے اس طبقے میں داخل کر دے گا جہاں وہ ظالم بادشاہ داخل ہوگا۔ اے لوگو! کان کھول کر سن لو، انہوں نے (یزید اور اس کے حواریوں نے) شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمان کی اطاعت

ترک کردی ہے۔ ملک میں فتنہ وفساد برپا کردیا ہے اور حدود الٰہی کو معطل کردیا ہے۔ مال غنیمت کو ہڑپ کر جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام اور حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دیتے ہیں۔ مجھ پر لازم ہے کہ میں ایسے ظالم سلطان کے خلاف علم جہاد بلند کروں"---

آپ نے یہ کہا اور نتائج کی پروا کیے بغیر اپنے ۷۲ جانثاروں کے ساتھ میدان جہاد میں کود پڑے۔ انہوں نے اپنے خون سے ایک ایسی روش قائم کردی جو عزیمت کی راہ پر چلنے والوں کے لیے سنگ میل ثابت ہوگی۔ ہر زمانے میں مجاہدین اسلام حسینی کردار کی لو سے تپش محسوس کرتے رہے اور جب کبھی باطل نے سر اٹھایا، اسوۂ شبیری ایک مشن کے طور پر اس کی سرکوبی کے لیے آ کھڑا ہوا۔

واقعہ شہادت کے بعد اہل مدینہ کا یزید کی بیعت کے قلادے کو اتار پھینکنا، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حکومت کا قیام، واقعہ حرہ کی صورت میں یزید کی بدبختی میں اضافہ، سب مشن حسین کے تسلسل کی کڑیاں ہیں، جن سے بالآخر یزید کی حکومت گہنا گئی اور حسینیت زندہ و تابندہ رہی۔ قاتلان حسین سے انتقام کے لیے، جو مختار ثقفی کا خروج ہو یا "توابین" کا قبر حسین پر نالہ وشیون اور معرکہ توابین، سب کے پیچھے حسینی قوت کارفرما نظر آتی ہے۔ تمام مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ بنوامیہ کے زوال کی اصل وجہ واقعہ کربلا تھا، جس کی آڑ میں عباسیوں کو زیر زمین سرگرمیاں جاری رکھنے کا موقع ملا اور بالآخر اموی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے باطل کو جس طرح للکارا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اس نے ہر اسلامی تحریک کے لیے قوت محرکہ کا کام دیا۔ واقعہ شہادت کے بعد واضح طور پر دو نظریے اور دو نقطہ نظر سامنے آئے، ایک حسینیت اور دوسرا یزیدیت۔ حسینیت حق کا عنوان بن گیا اور باطل کو یزیدیت کا ٹائٹل ملا۔ جس طرح فرعونیت کا علاج عصاءِ موسوی میں پنہاں ہے اور جس طرح نمرودیت کی سرکوبی جرأت ابراہیمی میں مضمر ہے، یوں ہی یزیدیت کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے حسینی طرز عمل کی ضرورت باقی رہے گی۔ بلاشبہ حسینیت ایک ضرب المثل ہے، جس سے حق و باطل کی پہچان ہوتی ہے۔

یہ وہ قبول عام ہے جو کسی اور شہادت کے حصے میں نہیں آیا۔ یہ وہ شہادت ہے جو حق کی علامت بن کر ابھری ہے اور یہی وہ انفرادیت اور امتیاز ہے جس سے شہادت حسین کو جملہ شہادتوں پر تقدم حاصل ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

آں امام عاشقاں پورِ بتول

حسین ابنِ علی رضی اللہ عنہ

نورِ چشمِ رحمۃٌ للعالمیں ابنِ علی رضی اللہ عنہ — مرتضیٰ شیرِ خدا کا دل نشیں ابنِ علی
سر بکف بہرِ دفاع و حفظِ دیں ابنِ علی — مرد ہے تاریخ ساز عہد آفریں ابنِ علی
پورِ حیدر ، مظہرِ اوصافِ آبائے کرام — جعفر و حمزہ کی جرأت کا امیں ابنِ علی
نو بہارِ گلشنِ تطہیر ، حسنِ باغِ حق — شانِ ملت ، احتشام حزبِ دیں ابنِ علی
حق پرستی کے جہانوں کا وہ خورشیدِ منیر — خاتم صدق و حقیقت کا نگیں ابنِ علی
آمریت کے مفاسد سے بخوبی باخبر — ایک مستقبل شناس، اک حال بیں ابنِ علی
وقت کے جابر سے ٹکر لی جواں مردی کے ساتھ — تھا نہ کنجِ عافیت کا جاگزیں ابنِ علی
کلمۂ حق سے نہ تو جھجکا ، تجھے یہ علم تھا — حکمرانِ شام ہے چیں بر جبیں ابنِ علی
اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے تیرے قدم — ہر قدم پر آفتیں کیا کیا نہ تھیں ابنِ علی
تیرا استقلال یکتا ، تیرا جذبہ بے مثال — منفرد ہے تیرا عزم آہنیں ابنِ علی
جان دی ، بدکار حاکم کی مگر بیعت نہ کی — مرحبا صد مرحبا ، صد آفریں ابنِ علی
تجھ سے قائم ہے وقار و اعتبارِ اہلِ حق — بالیقیں نازِ زماں ، فخرِ زمیں ابنِ علی
تیری قربانی سے اہلِ عشق کا ہے سر بلند — جو کیا تو نے جواب اس کا نہیں ابنِ علی
لرزہ ایوانوں میں، درباروں میں تیرے نام سے — تجھ سے خائف آج بھی مسند نشیں ابنِ علی
ہے تقاضا وقت کا ، اپنائیں تیرا راستہ — مصلحت شیوہ ہم اس قابل نہیں ابنِ علی
آج تیرا قافلہ ہے اور تازہ کربلا — کوئی تجھ جیسا مگر قائد نہیں ابنِ علی

باطل و حق کی کشاکش میں کھڑے ہیں ہم جہاں
ہم سے برگشتہ نہ ہو جائے کہیں ابنِ علی

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری

WWW.NAFSEISLAM.COM

دعائے عاشوراء

یَا قَابِلَ تَوْبَةِ اٰدَمَ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ یَا فَارِجَ كَرْبِ ذِی النُّوْنِ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ
یَا جَامِعَ شَمْلِ یَعْقُوْبَ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ یَا سَامِعَ دَعْوَةِ مُوْسٰی وَ هَارُوْنَ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ
یَا مُغِیْثَ اِبْرَاهِیْمَ مِنَ النَّارِ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ یَا رَافِعَ اِدْرِیْسَ اِلَی السَّمَاءِ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ
یَا مُجِیْبَ دَعْوَةِ صَالِحٍ فِی النَّاقَةِ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ یَا نَاصِرَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ یَا رَحْمٰنَ
الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ رَحِیْمَهُمَا صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّ صَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اقْضِ حَاجَاتِنَا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَطِلْ
عُمُرَنَا فِیْ طَاعَتِكَ وَ مَحَبَّتِكَ وَ رِضَاكَ وَ اَحْیِنَا حَیَاةً طَیِّبَةً وَّ تَوَفَّنَا عَلَی الْاِیْمَانِ
وَ الْاِسْلَامِ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ○ اَللّٰهُمَّ بِسِرِّ الْحَسَنِ وَ اَخِیْهِ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ
وَ جَدِّهٖ وَ بَنِیْهِ فَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ پھر سات بار پڑھے سُبْحٰنَ اللّٰهِ مِلْءَ الْمِیْزَانِ
وَ مُنْتَهَی الْعِلْمِ وَ مَبْلَغَ الرِّضَا وَ زِنَةَ الْعَرْشِ لَا مَلْجَاَ وَ لَا مَنْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَدَدَ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ وَ عَدَدَ كَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا نَسْئَلُكَ السَّلَامَةَ
بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَ هُوَ حَسْبُنَا وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ
وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ
عَدَدَ ذَرَّاتِ الْوُجُوْدِ وَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○---

طریقہ: عاشوراء کے دن غسل کر کے دو رکعت اس طریقہ سے پڑھیں کہ دونوں رکعتوں میں بعد سورہ فاتحہ کے دس دس بار قل ھو اللہ احد اور سلام کے بعد ایک بار آیت الکرسی اور نو مرتبہ درود شریف اور اس کے بعد یہ دعا پڑھیں، ان شاء اللہ تمام سال عافیت سے گزرے گا۔

❁❁❁❁❁

ناصر الملّت و الدّین ...... محدث ِخیر اُمم ...... خلیفۂ ثانی و خلیفۂ انقلاب

امیر المومنین حضرت سیدنا
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

مولانا محمد ناصر خان چشتی

ناصر الملت والدین ......اقلیم عدالت کے شہنشاہ...... ہمت وشجاعت اور عقل وفہم اور فراست کے عظیم پیکر......محدث خیر امم...... ناطق بالصدق والصواب...... موافق وحیٔ الٰہی ......خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، جن کا نام نامی اسم گرامی ''عمر'' ......کنیت ''ابو حفص'' اور لقب ''فاروق'' ہے۔ والد کا نام ''الخطاب'' اور والدہ کا نام ''حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ'' ہے، یعنی آپ کی والدہ رشتے میں ابوجہل کی بہن ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

نام و نسب

آپ کا پورا نام ونسب حسب ذیل ہے:

ابو حفص عمر فاروق بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک القرشی---

عدی کے دوسرے بھائی مرہ تھے، جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

آپ ''عام الفیل'' کے تقریباً تیرہ (۱۳) سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور نبوت کے چھٹے سال

پینتیس (۳۵) سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہو کر حرمِ ایمان میں داخل ہوئے۔

حضرت عمر...... مرادِ رسول اللہ ﷺ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت وہ عظیم المرتبت اور عہد ساز شخصیت ہے کہ جن کے ایمان لانے کے لیے حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خصوصی طور پر دعا مانگی۔ چناں چہ روایت میں آتا ہے کہ جب حضور سید عالم ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو کفارِ مکہ نے حضور سید عالم ﷺ اور مسلمانوں کی سخت مخالفت کی، یہاں تک کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی چھپ کر ادا کرتے تھے اور کمزور مسلمانوں پر کفارِ مکہ بہت ظلم و ستم کرتے تھے، خاص طور پر وہ مسلمان جو کفار کے غلام تھے، ان پر سخت مظالم ڈھائے جاتے تھے، ایسے مشکل ترین وقت میں حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ أَعِزَّ الإِسْلَامَ بِأَحَبِّ الرَّجُلَیْنِ إِلَیْكَ : بِأَبِی جَھْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ---[جامع ترمذی، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ]

''اے اللہ! ابوجہل (عمرو بن ہشام) یا عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو غلبہ اور عظمت عطا فرما''---

ایمان کی لازوال دولت تو ربّ العزت جل جلالہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قسمت میں لکھ دی تھی، تو پھر یہ دولت ابوجہل کے حصے میں کیوں کر آتی۔ آپ ﷺ کی دعا کو بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت سے نوازا گیا اور چند دنوں بعد اسلام کا سب سے بڑا دشمن یعنی عمر اسلام قبول کر کے اسلام کا سب سے بڑا خیر خواہ اور جانثار بن گیا۔ رضی اللہ عنہ بلکہ روایت میں آتا ہے کہ جب مسلمانوں کی تعداد ۳۹ ہو گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب مسلمانوں کا ''چالیسواں'' فرد نہیں ہوگا، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ جو چالیسویں کا سب سے بڑا مخالف تھا، اسے ہی ''چالیسواں'' مسلمان بنا دیا۔

آپ کے اسلام قبول کرنے سے نہ صرف اسلامی تاریخ میں انقلابی تبدیلی آئی بلکہ مسلمانوں کی قوت و عظمت میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا۔ وہ مسلمان جو پہلے اپنے اسلام کو ظاہر کرتے ہوئے شدید خطرات محسوس کرتے تھے، اب اعلانیہ خانہ کعبے میں عبادت انجام دینے لگے۔

لقب فاروق کی وجہ تسمیہ

آپ کا لقب ''فاروق'' ہے، جس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ جب میں کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوا تو میرے اسلام قبول کرنے کی

خوشی میں اس وقت جتنے بھی مسلمان ''دارِارقم'' میں موجود تھے، سب نے اتنی زور سے ''نعرۂ تکبیر'' (اللہ اکبر) بلند کیا کہ اس کی آواز مکہ مکرمہ کے تمام لوگوں تک پہنچی ہوگی۔

پھر میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''کیوں نہیں، بے شک ہم حق پر ہیں''---

پھر میں نے عرض کیا: ''پھر یہ اسلام اور عبادت کی پوشیدگی کیوں ہے؟''

اس کے بعد ہم سب مسلمان دارارقم سے دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف کے آگے آگے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ چل رہے تھے اور دوسری صف کے آگے میں چل رہا تھا۔ جب کفارِ مکہ نے مجھے اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے کاررواں کے ساتھ دیکھا تو ان کو بے حد ملال ہوا اور ان کی طاقت اور رعب کو زبردست دھچکا لگا۔

اسی روز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ''فاروق'' کا عظیم لقب عطا فرمایا، کیوں کہ فاروق کا معنی ہے: ''حق و باطل اور نیکی و بدی کے درمیان فرق ظاہر کرنے والا''۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر اسلام اور کفر اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح طور پر نمایاں ہوگیا اور آپ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کی حالت دفعتاً بدل گئی اور انھوں نے اپنا اسلام علی الاعلان ظاہر کیا، جس پر کفار نے شروع میں بڑی شدت اور گرمی دکھائی مگر مسلمان اپنے ارادوں اور عزم میں ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی نماز خانہ کعبہ میں باجماعت ہونے لگی۔

سیرت و کردار...... نمونہ اخلاق

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثتِ مبارک کا حقیقی مقصد دنیا کو عمدہ اور پسندیدہ اخلاق اور پاکیزہ سیرت و کردار کی تعلیم و تربیت دینا تھی، چوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو براہ راست اس سرچشمہ ہدایت اور سراپا اسوۂ حسنہ سے سیراب اور فیض یاب ہونے کا موقع ملا تھا، اس لیے اس مقدس جماعت کا ہر فرد ہی اسلامی اخلاق و آداب کا مجسم نمونہ تھا، لیکن حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جو قرب اور مقام حاصل تھا، اس کے لحاظ سے وہ جملہ محاسن و محامد اور اوصافِ جلیلہ اور خصوصاً عدل و شجاعت کی مجسم تصویر تھے۔

آپ کے آئینہ سیرت اور نمونہ اخلاق میں اخلاص، تقویٰ، ایثار و قربانی، خوفِ خدا، زہد و قناعت، حفظِ اللسان، حق گوئی اور راست گوئی، تواضع اور سادگی کا عکس سب سے ممتاز اور نمایاں نظر آتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت و شان اور رعب و دبدبہ کا ایک طرف تو یہ حال تھا

کہ محض آپ کے نام سے ہی قیصر و کسریٰ ایسی عظیم الشان سلطنت کے ایوانِ حکومت و اقتدار میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا اور دوسری طرف تواضع اور عجز و انکساری کا یہ عالم ہے کہ کاندھے پر مشکیزہ رکھ کر بیوہ عورتوں کے لیے آپ پانی بھرتے ہیں...... مجاہدین اسلام کے اہل و عیال کی نگہ بانی کرتے ہیں اور ان کا بازار سے سودا سلف خرید کر لادیتے ہیں...... اور پھر اسی حالت میں تھک کر مسجد نبوی کے کسی گوشہ میں فرشِ خاک پر لیٹ کر آرام فرماتے ہیں۔

ایک دن آپ صدقہ کے اونٹوں کے بدن پر تیل مل رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا:

اے امیر المؤمنین! یہ کام کسی غلام سے لے لیا ہوتا، آپ کیوں اتنی محنت و مشقت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے بڑھ کر اور کون غلام ہوسکتا ہے، جو شخص مسلمانوں کا والی (حاکم/گورنر) ہے، وہ درحقیقت ان کا غلام بھی ہے۔[سیر الصحابہ/کنز العمال]

علم و فضل

اسلام کی آمد سے قبل عرب میں لکھنے اور پڑھنے کا کوئی خاص رواج نہ تھا، جب حضور اکرم نور مجسم ﷺ مبعوث ہوئے تو قبیلہ قریش میں صرف سترہ (۱۷) آدمی ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ چناں چہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرامین، آپ کے خطوط، آپ کے خطبات اور توقیعات، اب تک سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ جن سے آپ کی قوتِ تحریر، برجستگیٔ کلام اور زورِ تحریر و تقریر کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ چناں چہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (بصرہ کے گورنر) کے نام آپ کے ایک خط کے چند کلمات کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

''امابعد! (اے ابوموسیٰ!) عمل کی مضبوطی یہ ہے کہ آج کا کام، کل پر نہ اٹھا کر رکھیں، اگر ایسا کرو گے تو تمہارے پاس بہت سارے کام اکٹھے جمع ہو جائیں گے اور تم پریشان ہو جاؤ گے، پہلے کس کام کو کریں اور کس کام کو چھوڑ دیں، اس طرح کچھ بھی نہیں ہوسکے گا''---

''فصاحت و بلاغت'' کا یہ عالم تھا کہ آپ کے بہت سے مقولے عربی 'ضرب المثل' بن گئے، جو آج بھی ''عربی ادب'' کی جان ہیں۔ اسی طرح آپ کو 'علم الانساب'' میں بھی ید طولیٰ اور کمال حاصل تھا۔[سیرت خلفاء راشدین، صفحہ ۱۴۸]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ...... ناطق بالصدق و الصواب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فطرتاً بہت ہی ذہین، فطین، طباع اور صائب الرائے تھے۔ اصابت رائے کی

اس سے زیادہ بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ آپ کی بہت سی آراء ''اسلامی احکام'' بن گئیں اور آپ کی آراء کے مطابق وحی الٰہی اور کلام الٰہی نازل ہوا۔مثلاً اذان کا طریقہ......غزوۂ بدر میں جانا...... غزوۂ بدر کے قیدیوں کا معاملہ......شراب اور جوئے کی حرمت......ازواج مطہرات کے لیے پردہ...... متعہ کا حرام ہونا......مقام ابراہیم کو مصلی (جائے نماز) بنانا......اور رمضان المبارک کی راتوں میں کھانا، پینا اور عمل تزویج (مباشرت) کا حلال ہونا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خصوصیات سے نوازا تھا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہم معاملات میں آپ سے مشاورت فرماتے تھے اور اکثر اوقات آپ کی رائے درست اور قابل عمل ہوتی تھی۔بعض اوقات تو آپ کی رائے ایسی صائب اور عین اسلام ہوتی کہ اس کے مطابق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حکم نازل فرمادیتا۔

ذیل میں ان کی چند آراء اور حکام الٰہیہ کو زینت قرطاس کیا جاتا ہے:

- ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیال ظاہر کیا کہ ہمیں ''مقام ابراہیم'' پر نماز پڑھنی چاہیے، کیوں کہ یہ ایک مقدس ترین پتھر ہے، جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کی تھی۔اس پر معمار کعبہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے پیروں کا نقش موجود ہے،تو جب ہم کعبہ کا طواف کرتے ہیں، اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، اس کا احترام کرتے ہیں، لہٰذا ہمیں اس پتھر کا بھی احترام کرنا چاہیے۔آپ کے اس خیال کے مطابق وحی الٰہی نازل ہوئی اور مقامِ ابراہیم پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

  وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی ---[سورۃ البقرہ: ۱۲۵]

  ''اور تم مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ'' ---

- ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے پاس ازواجِ مطہرات (امہات المومنین) بیٹھی ہوتی ہیں اور ہم لوگ آپ کی خدمت میں آتے ہیں، طرح طرح کے لوگ بھی آتے جاتے ہیں، لہٰذا ہماری ماؤں کو اگر پردے کا حکم دے دیا جائے تو بہت ہی اچھا ہو۔چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور ازواج مطہرات اور تمام اہل ایمان عورتوں کو پردے کو حکم دیا گیا۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ---[سورۃ الاحزاب:۵۳]

''اور جب تم عورتوں سے کچھ مانگو، تو پردے کے پیچھے سے مانگو''---

- ایک مرتبہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں کچھ مطالبات پیش کیے، جس سے آپ ﷺ کو ناخوش گواری محسوس ہوئی۔ جب اس بات کا حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو آپ نے حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات اور خصوصاً حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سمجھایا اور فرمایا کہ تم اللہ کے محترم نبی کو تکلیف مت دو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے بہتر عورتیں اپنے نبی کو عطا فرما دے گا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو اپنے حکم میں اس طرح ارشاد فرمایا:

اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ---[سورۃ التحریم:۵]

''اگر نبی تم کو طلاق دے دیں تو ان کو اللہ تعالیٰ دوسری بہتر بیویاں عطا فرما سکتا ہے''---

ان تمام شواہد وحقائق سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان وحی خداوندی کی ترجمان تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک پر جب بھی کوئی کلمہ آیا، وہ عینِ حق وصواب تھا اور اُن کی فکر اور رائے وحی الٰہی کے موافق اور کلامِ خداوندی کے مطابق تھی۔

فضائل و مناقب

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت اور شان ومنقبت میں بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔ سننے والوں نے سنا، دیکھنے والوں نے دیکھا، پڑھنے والوں نے پڑھا اور لکھنے والوں نے لکھا کہ میرے آقا ومولا حضور سید عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ کَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ---

''اگر بالفرض (میں خاتم النبیین نہ ہوتا اور) میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی ہوتے''---[جامع ترمذی، مسند امام احمد، مشکوٰۃ]

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''پچھلی امتوں میں محدث (جس پر الہام کیا جائے) ہوتے تھے، اگر اس امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب ہیں''---[صحیح مسلم، مسند امام احمد، مشکوٰۃ]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حق کا ساتھ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور قلب پر حق کو جاری فرمادیا ہے''---

ایک اور روایت میں ہے کہ:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس جگہ بھی ہوتے ہیں، حق ان کے ساتھ ہوتا ہے''---

[سنن ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح]

اس حدیث مبارکہ کے دو مطلب ہیں، ایک مطلب تو یہ ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمیشہ حق وصواب اور سچ ہی بولتے ہیں، ان کے قلب اور زبان پر باطل اور جھوٹ کبھی جاری نہیں ہوتا اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زبان سے صرف وہی بولتے ہیں جو کچھ ان کے دل میں ہوتا ہے، یعنی ان کا ظاہر و باطن صدق وسچائی سے معمور ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا سب سے عظیم اور ممتاز ترین وصف ''عدل وانصاف'' کا قیام تھا۔ آپ کے عہد خلافت میں شاہ وگدا، امیر وفقیر، شریف ورزیل، چھوٹا و بڑا، عزیز و بیگانہ، شہری و دیہاتی، الغرض کہ سب کے لیے ایک ہی قانون تھا۔ فاروقی عدل وانصاف کا دائرہ صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ آپ کا ایوانِ عدل مسلمانوں سمیت یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے لیے بھی یکساں مقام اور مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو رعایا کے حق میں بہتر اور مہربان نہیں دیکھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو کتاب اللہ (قرآن پاک) کا عالم، دین کا فقیہ، حدود اللہ کا نافذ کرنے والا اور رعب و دبدبہ والا نہیں دیکھا ہے''---

[اسد الغابہ، جلد ۴، صفحہ ۶۰]

خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ اور شان دار فتوحات

خلیفۂ اوّل امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر میں ۲۲ ر جمادی الثانی، ۱۳ ہجری، دوشنبہ (پیر) کے دن وصال فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ خلیفۂ اوّل کے عہد میں جھوٹے مدعیانِ نبوت، مرتدینِ عرب اور منکرین زکوٰۃ کا (جہاد کے ذریعے) خاتمہ ہوکر ملکی فتوحات کا آغاز ہو چکا تھا، اسی طرح فتحِ عراق اور شام کا آغاز ہی ہوا تھا کہ خلیفۂ اوّل کا وصال ہوگیا اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے تو سب سے پہلے عراق کی مہم کی طرف توجہ فرمائی اور عراق کو بھی فتح کرلیا۔ اس کے بعد

''شام'' کی طرف متوجہ ہوئے تو ممالکِ شام میں سے دمشق، اُردن، آزربائیجان، حمص، یرموک، مدائن، قادسیہ، بیت المقدس (فلسطین) وغیرہ بھی نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہوگئے۔ ان عظیم الشان فتوحات کے بعد آپ نے مصر کی طرف نگاہ ڈالی تو فتوحاتِ مصر میں ''فتح اسکندریہ'' کے بعد تمام مصر پر اسلام کا پرچم اور سکہ بیٹھ گیا اور لاتعداد کفار بہ رضا و رغبت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

مسلمانوں نے اپنے جوش و خروش، عزم وولولہ، ثبات اور استقامت کے باعث حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دس سالہ عہد خلافت میں روم و ایران کی عظیم الشان حکومتوں کو فتح کیا، لیکن تاریخ عالم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ چند صحرا نشینوں نے اس قدر قلیل مدت میں ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا ہو۔

مثالی نظامِ خلافت و حکومت

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت جمہوری طرزِ حکومت سے مشابہ تھی، یعنی تمام ملکی و ملی اور قومی مسائل ''مجلسِ شوریٰ'' میں پیش ہو کر طے ہوتے تھے، اس مجلس شوریٰ میں مہاجرین و انصار کے منتخب ارکان اور اکابر اہل الرائے شریک ہوتے تھے اور بحث و مباحثہ کے بعد اتفاقِ رائے یا کثرتِ رائے سے تمام امور کا فیصلہ کرتے تھے۔ اس ''مجلس شوریٰ'' کے چند ممتاز اور مشہور ارکان یہ ہیں:

حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم

''سیر الصحابہ'' کے مؤلف نے ''فتوح البلدان بلاذری'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

............مجلس شوریٰ کے علاوہ ایک مجلس عام بھی تھی، جس میں مہاجرین و انصار کے علاوہ تمام ''سردارانِ قبائل'' شریک ہوتے تھے، یہ مجلس نہایت اہم ترین امور کے پیش آجانے پر طلب کی جاتی تھی، ورنہ روزمرہ کے کاروبار میں مجلسِ شوریٰ کا فیصلہ کافی ہوتا تھا۔ مجلس شوریٰ کے انعقاد کا عام طریقہ یہ تھا کہ منادی ''الصلاۃ جامعۃ'' کا اعلان کرتا تھا۔ لوگ مسجد میں جمع ہوجاتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دو رکعت نماز پڑھ کر مسئلہ بحث طلب کے متعلق ایک مفصل خطبہ دیتے تھے، اس کے بعد ہر ایک کی رائے دریافت کرتے تھے۔ [سیر الصحابہ، جلد ۱، صفحہ ۱۲۹، بحوالہ تاریخ طبری]

جمہوری حکومت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنی رائے کے علانیہ اظہار کا موقع دیا جائے، حاکم کے اختیارات محدود ہوں اور اس کے طریق عمل پر ہر شخص کو

نکتہ چینی کا حق حاصل ہو...... حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکومت و خلافت ان تمام امور کی جامع تھی، ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا تھا اور خلیفہ وقت کے اختیارات کے متعلق خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے متعدد مواقع پر وضاحت اور تصریح کردی تھی کہ حکومت کے لحاظ سے ان کی کیا حیثیت ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک تقریری جھلک ملاحظہ کیجیے، آپ نے فرمایا کہ:

''مجھ کو تمہارے مال میں اسی طرح کا حق حاصل ہے، جس طرح یتیم کے مال میں اس کے والی (وارث) کو حق حاصل ہوتا ہے، اگر میں دولت مند ہوں گا تو (بیت المال سے) کچھ بھی نہیں لوں گا اور اگر میں حاجت مند ہوں گا تو پھر بھی انداز ہ سے ہی کھانے کے لیے لوں گا۔ .... اے صاحبانِ ملک وملت! میرے اوپر تمہارے متعدد حقوق عائد ہیں، جن کا تم کو مجھ سے مواخذہ (جواب طلبی) کرنے کا حق حاصل ہے، ایک یہ کہ ملک کا خراج اور مالِ غنیمت غلط اور بے جا طور پر صرف نہ ہونے پائے، ایک یہ کہ تمہارے وظائف وروزینے بڑھاؤں، ایک یہ کہ تمہاری سرحدوں کو محفوظ رکھوں اور یہ کہ تم کو (داخلی اور خارجی) تمام خطرات سے محفوظ رکھوں''---[سیر الصحابہ، بحوالہ کتاب الخراج]

چناں چہ امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے نظامِ خلافت وسلطنت میں رعایا کی خوش حالی اور مکمل خبر گیری، امن وامان کا مثالی قیام، مراکز معاشیات واقتصادیات کا نظام، عدل وانصاف کا بے مثال قیام اور بیت المال کا بہترین انتظام وانصرام فرمایا۔ الغرض آپ نے حکومت کے تمام شعبوں کو اس قدر بہترین نظم وضبط کے ساتھ قائم فرمایا کہ قیامت تک آنے والی تمام نسلیں، بلکہ ہر زمانے کی جدید اور ترقی یافتہ حکومتیں بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ''نظامِ سلطنت'' کو منارۂ نور، مشعل راہ اور آئیڈیل نظام سمجھ کر اس سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرتی رہی ہیں اور کرتی رہیں گی۔

شہادت و مدفن

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ علم ہو چکا تھا کہ آپ کو شہادت کی موت نصیب ہوگی۔ صحیح بخاری میں حدیث مبارک ہے کہ ایک روز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبل اُحد پر تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ جوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبل احد پر قدم رکھا تو پہاڑ نے (خوشی سے جھومنا اور) ہلنا شروع کردیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قدم مبارک سے پہاڑ کو

ٹھوکر لگائی اور فرمایا:

اُثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِیٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدَانِ ---

''اے احد پہاڑ! ٹھہر جا، اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں''---[صحیح بخاری، مناقب عمر بن الخطاب، جلد ۱، صفحہ ۵۲۱ و مناقب عثمان، صفحہ ۵۲۳]

مخبر صادق حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان عالی شان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ یقین کامل تھا کہ انھیں شہادت کی سعادت حاصل ہوگی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ---[صحیح بخاری، كتاب الجمعة، باب الطيب للجمعة]

''اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے شہر پاک (مدینہ منورہ) میں مجھے موت نصیب فرما''---

چناں چہ خلوصِ قلب کے ساتھ مانگی ہوئی آپ کی دعائیں قبول ہوئی کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام ابولولو فیروز نے آپ سے شکایت کی کہ اس کے آقا یعنی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ روزانہ اس سے چار درہم وصول کرتے ہیں، آپ اس میں کچھ کمی کرادیں، اس کی شکایت بے جا تھی۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ تم لوہار اور بڑھئی کا کام خوب اچھی طرح جانتے ہو اور تم نقاشی بھی بہت عمدہ کرتے ہو، لہٰذا چار درہم یومیہ تمہارے اوپر زیادہ نہیں ہیں اور تم اپنے مالک کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔

یہ جواب سن کر وہ غصے سے تلملاتا ہوا واپس چلا گیا اور اس نے آپ کے قتل کا پختہ ارادہ کرلیا۔ چناں چہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب نمازِ فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد نبوی میں تشریف لائے اور اپنے طریقے کے مطابق آپ نے صفیں سیدھی کروائیں تو ابولولو فیروز آپ کے بالکل قریب صف میں آکر کھڑا ہو گیا اور پھر اچانک اُس نے آپ کے کندھے اور پہلو پر زہر آلود خنجر سے دو وار کیے، جس سے آپ فوراً گر پڑے اور اس غلام نے گرفتار ہونے پر فوراً خودکشی کرلی۔

چناں چہ ناصر الملت والدین، خلیفۂ ثانی و خلیفۂ انقلاب امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دس سال، چھ ماہ اور چار دن شان دار اور مثالی امور خلاف انجام دے کر یکم محرم الحرام، ۲۴ ہجری کو وصال فرما گئے اور عرش سے بھی افضل جگہ یعنی روضۂ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ابدی نیند سونے کے لیے آں حضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مبارک پہلو میں مدفون ہونے کی سعادت پا گئے۔

تیس رمضان کو دن کے وقت چاند نظر آنے سے متعلق شرعی مسائل

رویتِ ہلال سے متعلق چند توہّمات اور مفروضات کا اِزالہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن
چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان

اس سال جمعرات، ۹؍ستمبر، یعنی ۲۹؍رمضان المبارک کی شام کو شوال المکرّم کا چاند نظر نہیں آیا تھا، لہٰذا جمعۃ المبارک، ۱۰؍ستمبر کو ۳۰؍رمضان المبارک تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں ایک مزید روزے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اُس دِن سہ پہر کو غروبِ آفتاب سے کچھ دیر پہلے اسلام آباد اور بعض علاقوں میں لوگوں کو چاند نظر آ گیا۔ اس سے لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہوئے، کیوں کہ ہندوؤں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہم بہت سے توہمات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض باتیں جو روایتی طور پر چلی آ رہی ہیں، ہم اُن کے حصار سے نہیں نکل پاتے اور اس میں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ حضرات میں بھی بعض اوقات کوئی فرق نہیں رہتا، خواہ جدید سائنسی علم ہو یا دینی علم۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارا علم صرف نظریاتی (Theoratical) ہوتا ہے، عملی (Practical) اور اِطلاقی (Applied) نہیں ہوتا۔

ہمیں بتایا گیا کہ بعض روزے داروں نے روزہ توڑ دیا اور بعض معتکفین نے اعتکاف توڑ دیا۔ کم علمی کے سبب بعض مساجد سے غروبِ آفتاب سے پہلے چاند نظر آنے کا اعلان کر دیا گیا۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مسئلے کے تمام ضروری پہلوؤں پر گفتگو کریں، تاکہ جو لوگ مثبت ذہن کے مالک ہیں اور روایات وتوہمات کے اسیر نہیں ہیں، اُن میں آگہی (Awairness) پیدا ہو اور کھلے دل ودماغ کے ساتھ وہ حق بات کو قبول کریں۔ یہ علمی بحث اس لیے ضروری ہے کہ یہ شریعت کا ایک دائمی اور ہمیشہ جاری رہنے والا مسئلہ ہے۔

قمری مہینے کا دورانیہ

قمری مہینا یا تو ۲۹/دن کا ہوتا ہے یا ۳۰/دن کا۔ حدیث پاک میں ہے:

سَمِعْتُ ابنَ عُمَرَ یَقُوْلُ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا وَ ھٰکَذَا وَ ھٰکَذَا یَعْنِی : ثَلَاثِیْنَ، ثُمَّ قَالَ : وَ ھٰکَذَا وَ ھٰکَذَا وَ ھٰکَذَا یَعْنِی تِسْعاً وَ عِشْرِیْنَ، یَقُوْلُ : مَرَّۃً ثَلَاثِیْنَ، وَ مَرَّۃً تِسْعاً وَّ عِشْرِیْنَ---

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (اپنے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں کو کشادہ کر کے تین مرتبہ اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا:

(قمری) مہینا اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے، یعنی پورے تیس دن کا۔

پھر آپ ﷺ نے (اسی طرح تین بار اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کر کے تین بار اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا:

(قمری مہینا) اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے، (اور آخری بار آپ نے ایک ہاتھ کے انگوٹھے کو دبا لیا) یعنی ۲۹/دن کا۔ یعنی کبھی مہینا پورے ۳۰ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۲۹ دن کا''--- [صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۳۰۲]

کیا کئی قمری مہینے مسلسل ۲۹ دن یا ۳۰ دن کے ہو سکتے ہیں؟

شریعت میں اس طرح کا کوئی طے شدہ ضابطہ نہیں ہے کہ سال میں کتنے قمری مہینے مسلسل ۳۰ دن کے یا مسلسل ۲۹ دِن کے ہو سکتے ہیں؟ قرآن وسنت میں ایسی کوئی تصریح نہیں ہے کہ زیادہ سے زیادہ کتنے قمری مہینے مسلسل ۳۰ دن کے ہو سکتے ہیں اور کتنے مسلسل ۲۹ دن کے ہو سکتے ہیں۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے علامہ قطب الدین شیرازی، مصنف تحفۂ شاہیہ وزیج الغ بیگی کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''زیادہ سے زیادہ مسلسل چار قمری مہینے ۳۰ دن کے ہو سکتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ

مسلسل تین قمری مہینے ممکنہ طور پر ۲۹ دن کے ہو سکتے ہیں"---

[فتاویٰ رضویہ، جلد: ۲۶، صفحہ ۴۲۳، رضا فاؤنڈیشن، لاہور]

امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری، شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

"۲ یا ۳ قمری مہینے مسلسل ۲۹ دِن کے ہو سکتے ہیں، ۴ ماہ سے زائد مسلسل ۲۹ دِن کے نہیں ہو سکتے"---[جلد ۳، صفحہ ۳۵۷]

ایک ماہرِ فلکیات نے لکھا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلسل ۵ قمری مہینے ۲۹ دن کے ہو سکتے ہیں، لیکن یہ سب امکانات کی بات ہے، ان پر کسی شرعی فیصلے کا مدار نہیں ہے۔ ہمارے پاس اِس کی سائنسی توجیہہ کا ایک چارٹ موجود ہے، جسے ہم یہاں جگہ کی تنگی کے باعث شامل نہیں کر پا رہے، ہماری فتاویٰ کی کتاب "تفہیم المسائل" جلد ششم میں یہ ساری تفصیلات چارٹ کے ساتھ موجود ہیں، جو عنقریب شائع ہو رہی ہے۔

نئے چاند کا چھوٹا بڑا ہونا

نئی قمری تاریخ کے تعین کا مدار شرعاً اور سائنسی طور پر ہلال کے چھوٹا بڑا ہونے یا غروب آفتاب کے بعد مطلع پر اس کے موجود ہونے کی مقدارِ وقت (Timing) سے نہیں ہوتا، جیسا کہ ہمارے ہاں بعض اوقات اہلِ علم بھی کہہ دیتے ہیں کہ چاند کافی بڑا ہے اور کافی دیر تک مطلع پر موجود رہا، لگتا ہے کہ ایک دن پہلے کا ہے۔ یہ سوچ اور طرزِ فکر غیر شرعی اور غیر سائنسی ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

"ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرے کے لیے گئے، جب ہم وادیٔ نخلہ میں پہنچے تو ہم نے چاند دیکھنا شروع کیا، بعض لوگوں نے کہا، یہ تیسری تاریخ کا چاند لگتا ہے اور بعض نے کہا، یہ دوسری تاریخ کا چاند لگتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں، پھر ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو ہم نے (قیاس کی بنیاد پر اختلاف کی) یہ صورتِ حال ان سے بیان کی، تو انہوں نے فرمایا، تم نے چاند کس رات کو دیکھا تھا؟ ہم نے کہا، فلاں رات کو، انہوں نے کہا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ مَدَّہٗ لِلرُّؤْیَۃِ، فَھُوَ لِلَیْلَۃٍ رَأَیْتُمُوْہُ---

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے دیکھنے کے لیے اسے بڑھا دیا، درحقیقت یہ اسی رات کا چاند ہے، جس رات کو تم نے اسے دیکھا ہے"---

[صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۱۸]

یہ حدیث اس مسئلے میں شریعت کی اصل ہے کہ نئے چاند کا مدار رؤیت پر ہے، اس امر پر نہیں ہے

کہ اس کا سائز چھوٹا ہے یا بڑا یا مطلع پر اس کے نظر آنے کا دورانیہ کم ہے یا زیادہ۔اس لیے کسی عالم یا تعلیم یافتہ شخص کا نیا چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ دو یا تین تاریخ کا لگتا ہے، یہ غیر شرعی اور غیر عالمانہ ہے۔ اسی طرح سائنسی حقیقت بھی یہی ہے، مثلاً کسی قمری مہینے کے ۲۹ تاریخ گزرنے کے بعد شام کو نئے چاند کا غروبِ آفتاب کے فوراً بعد مطلع پر ظہور تو ہے مگر اس کا درجہ چار یا پانچ ہے، اس کی عمر ۱۸ گھنٹے ہے اور مطلع پر اس کا ظہور پندرہ بیس منٹ ہے۔تو اس صورت میں چاند مطلع پر موجود تو ہے لیکن اس کی رویت کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے، لہٰذا یہ قمری مہینہ ۳۰ دن کا قرار پائے گا۔اب اگلی شام کو اس چاند کی عمر ۴۲ گھنٹے ہو جائے گی، مطلع پر اس کا درجہ ۱۲ یا اس سے اوپر ہو جائے گا اور مطلع پر اس کا استقرار بھی نسبتاً زیادہ وقت کے لیے ہوگا، مثلاً پچاس منٹ اور اس کا حجم (Size) بھی بڑا ہوگا، لیکن یہ قطعیت کے ساتھ چاند کی پہلی تاریخ ہوگی۔ لہٰذا میری اہلِ علم اور اہلِ وطن سے اپیل ہے کہ توہمات کے حصار سے نکلیں اور حقیقت پسند بنیں۔

اِس موضوع پر ہم رویت ہلال ریسرچ کونسل کے سیکریٹری جنرل خالد اعجاز مفتی صاحب کے مضمون کا ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں:

”بعض لوگ قمری مہینے کی ۳۰ تاریخ کی شام کو دکھائی دینے والے نئے چاند کی جسامت کو نسبتاً بڑا دیکھ کر یہ قیاس آرائی کرنے لگتے ہیں کہ یہ لازمی طور پر دوسری رات کا چاند ہے۔ یہ سوچ چاند کے فلکیاتی نظام سے لاعلمی پر مبنی ہے۔ نئے چاند کی جسامت کا کوئی خاص پیمانہ نہیں ہوتا۔اس کا اندازہ اس کی عمر سے کیا جا سکتا ہے۔قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ ماہرین فلکیات کے مشاہدوں کے مطابق ۲۰ گھنٹے تک کی عمر کا چاند عموماً دکھائی نہیں دیتا اور ۲۰ سے ۳۰ گھنٹے کے درمیان عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے۔اس طرح چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے کی عمر ۵۰ سے بھی زائد گھنٹوں تک ہو سکتی ہے، لہٰذا مختلف عمروں کے چاند مختلف جسامت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کی وضاحت درج ذیل مثالوں سے ہوگی۔

① ایک قمری مہینے کی ۲۹ تاریخ کی شام کو ایک مقام پر چاند کی عمر ۲۱ گھنٹے ہے اور اس کے دیکھے جانے میں کوئی فلکیاتی کیفیت مزاحم نہیں، لہٰذا رویت ہلال ہوگئی۔ اگر اس کی عمر ۱۸ گھنٹے ہوتی تو وہ نظر نہ آتا، بلکہ اگلی شام کو مزید ۲۴ گھنٹے گزر جانے کے باعث (18+24) ۴۲ گھنٹے کی عمر ہو جانے پر پہلی مرتبہ دکھائی دیتا۔اب اندازہ کیجیے کہ نیا چاند اوّل صورت میں ۲۱ گھنٹے کی عمر میں نظر آ گیا، جب کہ صورت دوم میں ۴۲ گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا۔ دونوں چاند

پہلی رات کے ہیں لیکن مؤخر الذکر صورت میں اس کی عمر دوگنا ہو جانے کے باعث اسی قدر جسامت کا حامل ہوگا اور اسی حساب سے افق سے کافی بلند ہوگا، جسے لوگ غلطی سے دوسری رات کا چاند خیال کریں گے۔

② یہ کم از کم کیفیت ہے، نیا چاند اس سے بھی بڑی جسامت کا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ ۲۰ سے ۳۰ گھنٹوں کے درمیان عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر بھی ہوتا ہے۔ فرض کیجیے کہ ۲۴ گھنٹے کی عمر کا چاند دیگر فلکیاتی کیفیات کے موزوں نہ ہونے کے باعث دکھائی نہ دے سکا۔ (جیسا کہ پچھلے عنوان کے تحت نقشہ اوّل میں ہم اس کے عملاً واقع ہونے کی صورت میں دیکھ چکے ہیں) جب وہ اگلی شام کو نظر آئے گا تو اس کی عمر (24+24) ۴۸ گھنٹے ہو چکی ہوگی، لہٰذا وہ مثال اوّل میں ۴۲ گھنٹے کی عمر میں دکھائی دینے والے چاند سے بھی بڑا ہوگا۔

③ یہی نہیں بلکہ ایک صورت میں پہلی رات کا چاند دوسری رات کے چاند سے بھی بڑا ہو سکتا ہے۔ مثال اوّل میں ۲۱ گھنٹے کی عمر کا چاند نظر آ گیا، لہٰذا اگلی شام کو جب یہ دوسری تاریخ میں داخل ہو گیا تو اس کی عمر (24+21) ۴۵ گھنٹے ہوگی۔ مثال دوم میں پہلی رات کا چاند ۴۸ گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا۔ ظاہر ہوا کہ پہلی رات کا ۴۸ گھنٹے کی عمر کا چاند دوسری رات کے ۴۵ گھنٹے کی عمر کے چاند سے بھی بڑا ہے۔

درج بالا مثالوں سے واضح ہوا کہ تیس کے چاند کی جسامت کو بڑا دیکھ کر یہ قیاس کرنا کہ یہ ضروری طور پر دوسری رات کا چاند ہے، درست نہیں۔

چودھویں رات کے چاند سے رویتِ ہلال کی درستگی کا اندازہ کرنا

عوام الناس میں یہ تصور عام ہے کہ رویت ہلال کے مطابق چودھویں رات کو چاند پوری شب مکمل دائرے کی صورت میں روشن ہوتا ہے۔ اس تصور کے تحت بعض لوگ چاند کی گولائی کی ظاہری تکمیل سے اس ماہ کی رویت ہلال کی درستگی کا اندازہ کرتے ہیں۔ یہ معیار قطعاً درست نہیں۔ چاند کی روشن جسامت ہر لمحے مسلسل بڑھتی یا گھٹتی رہتی ہے۔ قمری مہینے کے نصف اوّل میں بڑھتے رہنے کے عمل کے بعد ایک لمحہ ایسا آتا ہے کہ زمین کے مقابل چاند کی پوری جسامت روشن ہو جاتی ہے۔ فلکیات کی اصطلاح میں اسے ''فل مون (full moon) '' یا '' ماہِ کامل'' کہتے ہیں اور یہ وقت کرۂ ارض پر صبح، دوپہر، شام اور رات کے چوبیس گھنٹوں پر پھیلے ہوئے اوقات میں کوئی لمحہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے فوراً بعد اس کی روشن سطح کے گھٹنے کا عمل جاری ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ چاند ساری رات یکساں جسامت کے ساتھ روشن نہیں رہتا،

محض آنکھوں سے چاند دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ یہ پورا چاند ہے، بالکل ممکن نہیں اور نہ ہی بظاہر پورا دکھائی دینے والے چاند پر گھنٹوں نظر جما کر بھی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ یہ تکمیل کے مرحلے میں ہے یا اس کے بعد مسلسل گھٹنے کے عمل میں ہے۔ یہ کام رصد گاہی آلات ہی انجام دے سکتے ہیں۔ جس طرح ماہرین فلکیات اپنے خصوصی فارمولوں سے چاند کی پیدائش کے ماہانہ اوقات کا تعین کرتے ہیں، اسی طرح وہ ہر مہینے کے ماہِ کامل کے اوقات بھی معلوم کرتے ہیں۔ پس چودھویں رات کے عمومی تصور سے اس ماہ کی رؤیت ہلال معلوم کرنے کا معیار مقرر کرنا درست نہیں"---

دِن کے وقت نظر آنے والے چاند کے بارے میں وضاحت

چاند کی رویت سے متعلق یہ ضابطہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ دِن کے وقت نظر آنے والا چاند، خواہ وہ زوال سے پہلے نظر آئے یا بعد میں، آئندہ آنے والی رات کا قرار پائے گا اور اب جو رات آئے گی، مہینے کا آغاز اُسی سے ہوگا، امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہی ہے اور یہی قول مختار ہے۔ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

وَ رُؤْيَتُهٗ بِالنَّهَارِ لِلَيْلَةِ الآتِيَةِ مُطْلَقاً عَلٰى "الْمَذْهَبِ"---

"اور جو چاند دِن کے وقت نظر آئے، صحیح مذہب کے مطابق وہ ہر صورت میں اگلی رات کا شمار کیا جائے گا"---

علامہ ابن عابدین شامی اِس کی شرح میں لکھتے ہیں:

أَي سَوَاءٌ رُئِيَ قَبْلَ الزَّوَالِ أَوْ بَعْدَهٗ، و قَوْلُهٗ "عَلَى الْمَذْهَبِ": أَيِ الَّذِي هُوَ قَوْلُ أَبِي حنيفةَ و محمدٍ .... و المختار قولهما .... اھ---

"یعنی (دن میں چاند) زوال سے قبل نظر آئے یا زوال کے بعد (اس کا حکم ایک ہی ہے)، "مذہب پر" ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ قول امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے۔ "بدائع الصنائع" میں فرمایا:

پس طرفین (امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ) کے نزدیک وہ دن رمضان کا نہیں ہوگا، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر زوال کے بعد نظر آیا تو بے شک آئندہ شب کا ہے اور اگر زوال سے قبل نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دِن رمضان کا ہوگا اور ائمہ اَحناف کے اسی اختلاف پر (امام ابو یوسف کے نزدیک) یہ شوال کا چاند ہے، یعنی طرفین (امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ) کے نزدیک (دن میں چاند زوال سے پہلے نظر آئے یا

زوال کے بعد) ہرصورت میں آئندہ شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا۔امام ابو یوسف کے نزدیک اگر زوال سے پیش تر نظر آیا تو چاند شبِ گزشتہ کا ہے اور یہ دن عید کا ہے، اس لیے کہ ہلال عادتاً زوال سے قبل نظر نہیں آتا سوائے اِس کے کہ دو رات کا چاند ہو، پس ہلالِ رمضان میں وہ دِن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند میں عید کا دِن۔ اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دِن کی رویت کا اعتبار نہیں، اعتبار غروب کے بعد کا ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''(رمضان کا) چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ چھوڑو''---
[صحیح بخاری، رقم الحدیث:۱۹۰۹]

پس صوم وافطار کا حکم رؤیت کے بعد ہے، اِس صورت میں امام ابو یوسف کا قول نص کے مخالف ہے۔''فتح القدیر'' میں ہے:

حدیث شریف نے روزہ رکھنے یا عید منانے کے لیے یہ لازم قرار دیا ہے کہ چاند پہلے نظر آئے، صحابۂ کرام، تابعین اور اُن کے بعد والے (ائمۂ کرام) کے نزدیک رویت سے ظاہر مفہوم یہی ہے کہ ہر قمری مہینے کی آخری شام کو (غروبِ آفتاب کے بعد) چاند نظر آئے، یعنی ہر مہینے کی تیس تاریخ کو زوال سے قبل کی رویت معتبر نہیں ہے، اور مختار قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے''---

[ردالمحتار علی الدر المختار، جلد۲، صفحہ۳۲۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت]

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا:

''اخیر تاریخ رمضان شریف کا روزہ چاند دیکھ کر افطار کر لینا جائز ہے یا نہیں، یعنی تیسویں کا چاند اکثر تیسرے پہر سے نظر آتا ہے تو آیا اُسی وقت روزہ کھول لیں یا غروبِ آفتاب کے بعد؟ آپ نے جواب میں لکھا:

کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار کر لینا ہرگز جائز نہیں، بلکہ حرام قطعی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پورا کرو، یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو، اُس وقت کھولو۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ أَتِمُّواْ الصِّيَامَ إِلَى الَّليْلِ ---[بقرہ:۱۸۷]
''پھر روزہ کو شام تک پورا کرو''---

درمختار میں ہے:

لا عبرة برؤية الهلال نهارا مطلقاً علی مذهب الامام الصحيح المعتمد، و اما علی قول الثاني من انه ان رأی قبل الزوال فللماضية فليس الافطار بمعنی بهار الصوم بل لثبوت العيد عنده بذاك و ليس هذا معنی قوله ﷺ: صوموا لرؤيته و افطروا الرؤيته و الا يوجب الصوم بمجرد رؤية الهلال بعد المغرب و هذا واضح جدا---

''امام کے صحیح معتمد مذہب کے مطابق ہر حال میں دن کو چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں، مگر امام ثانی (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ) کے قول پر ہے کہ اگر زوال سے پہلے دیکھا تو یہ گزشتہ رات کا ہوگا، تو اب افطار کا یہ معنی نہیں کہ یہ دن کے روزے کا افطار ہے بلکہ اس سے امام ثانی کے نزدیک ثبوتِ عید ہو رہا ہے، کیوں کہ گزشتہ رات کا چاند ہے تو عید کی وجہ سے افطار ہے اور حضور ﷺ کے فرمان مبارک ''چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو'' کا معنی یہ نہیں کہ جب دیکھو تو افطار کرو، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ مغرب کے بعد محض چاند دیکھنے سے اُسی وقت روزہ لازم ہو جائے اور یہ نہایت ہی واضح ہے''---

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، صفحہ ۳۸۹-۳۸۸، رضا فاؤنڈیشن، لاہور]

اعتکاف خواہ قصداً توڑا ہو یا کسی عذر کے سبب، اُس کی قضا واجب ہے اور جس دن توڑا، فقط اُس ایک دِن کی قضا لازم ہے، یہ قضا روزے کے ساتھ ہوگی۔ علامہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و اذا فسد الاعتكاف الواجب، وجب قضاؤه، فان كان اعتكاف شهر بعينه، اذا أفطر يوما يقضى ذلك اليوم ---[فتاویٰ عالم گیری، جلد ۱، ص ۲۱۳]

''اور جب اعتکاف واجب فاسد ہو گیا، تو اُس کی قضا واجب ہے، پس اگر وہ کسی معین مہینے کا اعتکاف تھا تو جس دن افطار کیا (یعنی اعتکاف فاسد ہوا)، اُسی ایک دن کی قضا اُس کے ذمے لازم ہے''---

علامہ غلام رسول سعیدی، تفسیر تبیان القرآن میں علامہ ابن عابدین شامی حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہر چند کہ نفل ہے لیکن شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے، اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف کر کے فاسد کر دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس دن کی قضا لازم ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر صرف اسی دن کی قضا لازم ہے (یعنی روزے کے ساتھ ایک دن کا اعتکاف)،

اس کے برعکس نفل میں اگر کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تو اس پر قضا نہیں، کیوں کہ اس کے باہر نکلنے سے وہ اعتکاف ختم ہو گیا'' ---[تبیان القرآن، جلد ۱، صفحہ ۷۳۹]

جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا اُن کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں اُس ایک روزے کی قضا رکھیں، کفارہ لازم نہیں۔ اِس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی سبب سے رَد کر دی گئی، مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اُس نے تنہا دیکھا، تو اسے حکم ہے کہ روزہ رکھے اگرچہ اس نے خود عید کا چاند دیکھا ہے، مگر اس روزہ کو توڑنا جائز نہیں، اگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

''کسی عاقل بالغ نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور اُس کا قول دلیلِ شرعی کی بنا پر رَد کر دیا گیا (یعنی اس کی گواہی قبول کر کے اس پر فیصلہ نہیں کیا گیا)، تو اس کے لیے مطلقاً روزہ رکھنا واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے لیے روزہ رکھنا مستحب ہے، اگر روزہ نہ رکھا تو فقط قضا ہے، کیوں کہ گواہی رَد ہونے کی بنا پر اس کے لیے صورت مسئلہ مشتبہ ہے (اور حدود و کفارات شبہے کی بنا پر ساقط ہو جاتے ہیں)'' ---

[ردالمحتار علی الدر المختار، جلد ۳، صفحہ ۳۱۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت]

فقہی حوالہ جات کی روشنی میں شرعی مسئلہ واضح کرنے کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سائنسی اور فنی وجوہات کو بھی قارئین کے سامنے لائیں، اس سلسلے میں رویتِ ہلال ریسرچ کونسل کے سیکریٹری جنرل خالد اعجاز مفتی صاحب کی سائنسی توجیہہ درج ذیل ہے:

''۹ رستمبر ۲۰۱۰ء، بمطابق ۲۹ ررمضان المبارک کی شام پاکستان کے کسی بھی حصے سے رویتِ ہلال کی مستند شہادتیں موصول نہ ہونے کے باعث مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی، پاکستان نے عدمِ رویت کا فیصلہ کیا اور اِس طرح ۱۰ رستمبر ۲۰۱۰ء، جمعۃ المبارک کو ۳۰ ررمضان المبارک اور ۱۱ رستمبر ۲۰۱۰ء کو یکم شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ قرار دیا۔ یہ فیصلہ سائنس اور فلکیات کی رُو سے بھی درست ہے۔ جمعۃ المبارک، ۱۰ رستمبر کو سہ پہر تقریباً تین بجے اسلام آباد میں چاند دکھائی دینا کوئی غیر معمولی بات نہیں، بلکہ سائنس کے عین مطابق ہے۔ ''نئے چاند'' کی فلکیاتی اور دینی اصطلاحات کے علاوہ رویتِ ہلال کے سائنسی پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا۔ اگر ہم چاند کے بڑھنے گھٹنے کے عمل پر غور کریں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ قمری ماہ کے پہلے دو ہفتوں کے دوران یہ ہمیں روز بڑھتا ہوا

WWW.NAFSEISLAM.COM

دکھائی دیتا ہے، یہاں تک کہ ایک موقع پر یہ دائرے کی صورت میں مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگلے دو ہفتے اس کی جسامت (Size) ہر روز کم ہوتی نظر آتی ہے اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ چاند نظروں سے بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوبارہ چاند کے بڑھنے کا عمل نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔ اس وقت کو قران شمس وقمر (Conjunction) یا اتصال شمس وقمر یا اماوس کہتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب سورج اور چاند ایک سیدھ میں صفر درجہ پر ہوتے ہیں۔ علم فلکیات میں یہی اُس کے ''نیا چاند'' کہلانے کا وقت ہے اور رصد گاہی کی کتب میں نئے چاند کے اوقات اِسی کیفیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اسے نئے چاند کی پیدائش بھی کہتے ہیں اور چاند کی طبعی عمر اسی وقت سے شمار کی جاتی ہے۔ فلکیاتی اصطلاح کا نیا چاند اپنے ابتدائی دور میں بال سے زیادہ باریک، سورج سے بہت قریب اور اس کی طاقت ور شعاعوں کی براہ راست زَد میں ہوتا ہے۔ لہٰذا انسانی آنکھیں یا غیر معمولی قوت کی دُور بینیں بھی اسے دیکھنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ جوں جوں چاند کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے، اس کی جسامت بھی بڑھتی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ سورج سے دور ہٹتے ہوئے اس کی شعاعوں کی طاقت سے بھی بتدریج محفوظ ہوتا چلا جاتا ہے۔ بالآخر ایک وقت اس کا وجود اس قدر ہو جاتا ہے کہ سورج سے ایک خاص فاصلے پر غروب آفتاب کے بعد انسانی آنکھوں کو پہلی بار نظر آنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ بصری نیا چاند ہے، جو دوسرے الفاظ میں رویت ہلال کے معروف نام سے موسوم ہے۔ فلکیاتی اور مقامی احوال کے تحت رویت ہلال پر اثر انداز ہونے والے عوامل یوں ترتیب دیے جا سکتے ہیں:

فلکیاتی کیفیات

ا) چاند کی عمر

ب) غروبِ شمس اور غروبِ قمر کے درمیان فرق

ج) چاند کا سورج سے زاویائی فاصلہ (Longitudinal Distance)

د) سورج کا اُفق سے نیچے ہونا

ح) چاند کا ارتفاع (Altitude of Moon)

و) چاند کا زمین سے فاصلہ

مقامی کیفیات:

ا) مطلع (Horizon) کی کیفیت

ب) فضا کا شفاف پن (Transparency)

ج) مقام مشاہدہ کا محل وقوع یعنی طول بلد (Longitude) اور عرض بلد (Latitude)

مقام مشاہدہ کی بلندی اگر سطح سمندر سے کم ہو تو اِنعطافِ نور (Refraction of Light) کی شرح زیادہ ہوگی اور رویت ہلال کے لیے زیادہ سازگار ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہاڑوں کے بہ نسبت ساحل سمندر پر نیا چاند دکھائی دینے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ سائنسی اور فلکیاتی توضیحات کی باریکیوں میں الجھے بغیر ایک عام آدمی بھی مطلع صاف ہونے کی صورت میں صرف دو معلومات کی بنا پر کسی حد تک رویتِ ہلال کے امکان کا پیشگی تعین کر سکتا ہے یا شہادتوں کے معیار کو پرکھ سکتا ہے۔ اوّل چاند کی عمر اور دوم غروبِ شمس اور غروب قمر کا درمیانی فرق۔ رویتِ ہلال کے لیے چاند کی عمر کم از کم بیس گھنٹے، نیز غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق کم از کم چالیس منٹ ہونا چاہیے، اگر چاند کی عمر ۳۰ گھنٹوں سے بڑھ جائے تو غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق ۳۵ منٹ ہونے پر بھی ہلال نظر آجاتا ہے یا اگر غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق ۵۰ منٹ سے بڑھ جائے تو تقریباً ۱۹ گھنٹے کی عمر کا چاند بھی دکھائی دے جاتا ہے۔

اصل مسئلہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

رویتِ ہلال کے لیے غروبِ آفتاب کا وقت اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس سے قبل ہم نیا چاند دیکھنے کی کوشش کریں گے تو سورج کی تیز روشنی کے باعث ہماری آنکھیں چندھیا جائیں گی اور ہم اتنا باریک چاند اُس کی موجودگی کے باوجود دیکھ نہیں پائیں گے۔ نیا چاند دکھائی دینے کے لیے سورج کا غروب ہونا یا سورج کی براہِ راست شعاعوں کی زَد سے محفوظ ہونا ضروری ہے۔ ستمبر ۲۰۱۰ء میں نیا چاند ۸ ستمبر کو پاکستان کے معیاری وقت کے مطابق سہ پہر تین بج کر تیس منٹ پر پیدا ہوا۔ ۹ ستمبر کو غروبِ آفتاب کے وقت اگرچہ چاند کی عمر پاکستان کے تمام شہروں میں ساڑھے ۲۶ گھنٹوں سے بھی تجاوز کر چکی تھی لیکن غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق کسی بھی شہر میں ۲۸ منٹ سے زائد نہیں تھا، لہٰذا جمعرات کی شام نیا چاند دکھائی نہیں دیا۔ اگر نیا چاند سہ پہر ساڑھے تین بجے کی بجائے

گیارہ بجے قبل از دوپہر پیدا ہوا ہوتا تو وہ جمعرات کی شام دکھائی دے جاتا۔ جمعۃ المبارک ۱۰ ر ستمبر، بمطابق ۳۰ رمضان المبارک کی سہ پہر اسلام آباد میں سورج کے آگے اتنے گھنے بادل آگئے کہ وہ سورج کی براہ راست روشنی کے آئی نائن سیکٹر پہنچنے کی راہ میں مزاحم ہو گئے، جب کہ بادلوں کے اوپر سے سورج کی روشنی چاند کے جس حصے پر پہنچ رہی تھی، وہ روشن ہو رہا تھا، لہٰذا وہ پتنگ اڑاتے بچے کو بھی دکھائی دے گیا، حالاں کہ وہ بچہ رویتِ ہلال کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ یہ امر مدنظر رہے کہ اس وقت چاند کی عمر ۷۴ گھنٹوں سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ اگر بادل سورج کی روشنی میں مزاحم نہ ہوتے تو کوئی بھی انسان چاند کی وہاں موجودگی کے باوجود اُسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا، تو آنکھیں چندھیا جانے کے باعث اُسے دیکھ نہ پاتا۔ رہا یہ سوال کہ اس واقعہ سے ماہِ شوال ۱۴۳۱ھ کا ۱۰ ر ستمبر کی شام سے آغاز مشکوک قرار پاتا ہے تو اس کا انتہائی سادہ جواب یہ ہے کہ جب ۹ ر ستمبر کی شام رویتِ ہلال نہیں ہوئی تھی، تو شرعی حکم کے مطابق رمضان المبارک کے تیس ایام مکمل کرنے کے بعد ہی شوال کا آغاز ہونا تھا''---

ہم نے شرعی اور سائنسی دونوں پہلوؤں کی وضاحت کر دی ہے، سائنسی اور فلکیاتی اعتبار سے قمری ماہ کی اُنتیس یا تیس تاریخ کو دِن کے وقت بعض موسمی احوال کی وجہ سے چاند نظر آ سکتا ہے، لیکن اُس سے چاند کی تاریخ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، وہ چاند گزشتہ شب ہی سے متعلق ہوتا ہے۔ شرعی اور سائنسی اعتبار سے نئے قمری ماہ کا آغاز اُسی صورت میں ہوگا جب چاند اُس دِن غروبِ آفتاب کے بعد نظر آئے۔ یہ تفصیلی بحث ہم نے اِس لیے کی کہ جب تک دنیا قائم ہے، نظامِ شمس و قمر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری رہے گا، شمسی اور قمری مہینوں کا آغاز اور اختتام بھی ہوتا رہے گا اور اُن کے ساتھ جو دینی امور متعلق ہیں وہ بھی جاری و ساری رہیں گے۔ بس یہ ضابطہ ذہن میں رہے کہ نئے قمری مہینے کا آغاز اُسی وقت ہوگا، جب قمری مہینے کی اُنتیس تاریخ کو غروبِ آفتاب کے بعد مطلع پر چاند نظر آئے، ورنہ وہ قمری مہینا تیس کا قرار پائے گا اور اگلے دِن کو بعض موسمی وجوہ اور فلکیاتی احوال کے باعث کسی وقت آسمان پر چاند نظر بھی آ جائے، تو اُس سے قمری تاریخ میں کوئی رد و بدل نہیں ہوگا۔ اِس لیے تمام برادرانِ ملت سے گزارش ہے کہ وہ اِس حوالے سے توہمات اور ضعیف الاعتقادی میں مبتلا نہ ہوں۔

رہنمائے زکوٰۃ

پچیسویں قسط

زکوٰۃ کے مصارف (مستحقین)

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری

④ مؤلفۂ قلوب (جن کی دل جوئی مقصود ہو)

مؤلفہ، تالیف سے ہے، اس کا معنی جوڑنا، دل جوئی کرنا اور ایک کو دوسرے سے ملانا ہے۔ مؤلفہ قلوب سے مراد ایسے نومسلم افراد کی دل جوئی ہے، جنہیں اسلام میں پختہ کرنے یا بعض سر برآوردہ کفار کے جوش کفر کو ٹھنڈا کرنے، ان کے شر سے اسلام اور مسلمانوں کو بچانے کے لیے زکوٰۃ سے مال دیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے قریش کے لیے عام معافی کا اعلان فرمایا اور ان کے جرائم سے درگزر کرتے ہوئے انہیں آزادی عطا کی۔ ارشاد فرمایا:

اِذْھَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ ---[السیرۃ النبویہ، ابن ہشام، جلد ۴، صفحہ ۵۵،

دار احیاء التراث العربی، بیروت]

''جاؤتم سب آزادہو''---

یہ سب لوگ الطلقاء کہلائے۔ان میں سے بعض نے دل سے اسلام قبول کرلیا اور بعض نے مصالحت کرلی،لیکن دل میں نفاق موجود رہا۔رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام پر ثابت قدم رکھنے، سچا مسلمان بنانے،ان کے پیروکاروں کو ان کے اتباع پر ابھارنے اور دل سے مسلمان ہونے والوں کو کامل مسلمان بنانے کے لیے ان کی دل جوئی کی اور انہیں صدقات میں سے عطیات عنایت فرمائے۔ چناں چہ آپ کے حسن سلوک، کشادہ دلی،اعلیٰ ظرفی اور فیاضانہ برتاؤ کی بدولت ان میں سے اکثر بہترین مسلمان بن گئے اور جن کی قسمت میں بدبخت رہنا لکھا تھا اور اللہ تعالیٰ کو ان کی ہدایت منظور نہ تھی،وہ کفر پر قائم رہے۔

انسانی نفسیات بھی یہی ہے کہ بعض لوگ ڈر اور خوف کے باعث حق کو تسلیم کرلیتے ہیں،بعض احسان، حسن سلوک اور تالیف قلب کے وار سے تسلیم و اطاعت کی راہ اختیار کرتے ہیں اور کچھ لوگ دلیل و برہان کی زبان قبول کرتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے انسانی نفسیات کا کامل فہم عطا فرمایا،اس لیے آپ ﷺ جانتے تھے کہ کون شخص کس طریقے سے جہنم کا ایندھن بننے سے بچ سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر ان سابق دشمنوں سے بدلہ لینے کے بجائے عفو و درگزر سے کام لیا گیا۔علاوہ ازیں غزوۂ حنین کے مال غنیمت میں سے عطا و احسان کا وار کرکے دلوں کو مطیع و تابع فرمان بنایا گیا۔چناں چہ ابوسفیان بن حرب کو سو اونٹ عطا فرمائے،سو اونٹ سہیل بن عمرو کو دیے،حویطب بن عبدالعزیٰ کو سو،صفوان بن امیہ کو سو اور حکیم بن حزام کو بھی سو اونٹوں کا عطیہ دیا۔یوں ہی مالک بن عوف اور علاء بن جاریہ کو بھی سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ان کو اصحاب مئین کہا جاتا ہے۔قریش کے بعض آدمیوں کو سو سے کم دیے،ان میں مخرمہ بن نوفل زہری، عمیر بن وھب الجمحی،ھشام بن عمرو العامری تھے۔سعید بن یربوع کو پچاس اونٹ ملے اور عباس بن مرداس السلمی کو بھی کم اونٹ ملے تو وہ ناراض ہوگیا اور اس نے بعض اشعار کہے،جن میں اپنے اوپر دیگر کو ترجیح دینے پر اعتراض کیا۔اس سے رسول اللہ ﷺ کو دکھ پہنچا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذْھَبُوْا فَاقْطَعُوْا عَنِّیْ لِسَانَہٗ---

''اسے لے جاؤ اور میرے متعلق اس کی زبان بند کر دو''---

اسے بھی مزید عطیات دیے گئے، یہاں تک کہ وہ خوش ہو گیا۔ یہ عطا اس کی زبان کی بندش کا ذریعہ ثابت ہوئی اور اس کی شرانگیزی سے رسول اللہ ﷺ محفوظ رہے۔ [قرطبی، جلد ۸، صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۰]

اہل مکہ مسلسل جنگی سرگرمیوں میں الجھے رہنے کی وجہ سے غربت وافلاس کا شکار تھے۔ اس مالی امداد سے ان کی آبادکاری کی راہ ہموار ہوئی اور نومسلموں کے دل رسول اللہ ﷺ کی محبت کے لیے وا ہو گئے، ان کے دلوں سے اس قسم کے شکوک وشبہات جاتے رہے کہ شاید انہیں سابقہ دشمنیوں کی وجہ سے پورے طور پر اسلامی معاشرے کا حصہ نہیں بنایا جائے گا یا وہ کسی نفرت وحقارت کا نشانہ بنتے رہیں گے۔ اسلامی تاریخ کا یہ ایسا سنہرا باب ہے کہ مسلمان اس پر جتنا فخر کریں، کم ہے۔

اس عطا واحسان کی حکمت کی وضاحت خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا:

إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَ مُصِيبَةٍ وَ إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَ أَتَأَلَّفَهُمْ ---[مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب اعطاء المؤلفۃ قلوبھم علی الاسلام و تصبر من قوی ایمانہ]

''بے شک قریش نے ابھی جاہلیت کو چھوڑا ہے اور ابھی ابھی مصیبت سے نجات پائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی فریاد رسی کروں اور ان کی دل جوئی کروں''---

ایک اور حدیث پاک میں اسی حکمت ومصلحت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَ غَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهِ ---[حوالہ مذکورہ، باب اعطاء من یخاف علی ایمانہ]

''بے شک میں کسی آدمی کو مال دیتا ہوں حالانکہ اس کی نسبت کوئی دوسرا شخص مجھے زیادہ پیارا ہوتا ہے، اس ڈر کی وجہ سے کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے منہ کے بل جہنم میں جا گرے گا''---

اس فیاضانہ برتاؤ اور اس کی دینی حکمت ومصلحت کے اثرات کی مثال یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک اعرابی نے حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بھری ہوئی وادی کے برابر بکریاں عطا فرمائیں۔ وہ واپس اپنی قوم میں گیا تو ان سے کہنے لگا کہ اسلام قبول کر لو، محمد ﷺ

اتنا عطا فرماتے ہیں کہ انہیں اپنے غریب ہونے کا کوئی خدشہ نہیں ہوتا۔

حضرت صوان بن امیہ، جنہیں سو اونٹ عطا فرمائے، با اثر سرداروں میں سے تھے، وہ اسلام لے آئے اور اسلام میں پختہ ہو گئے، خود ان کا بیان ہے:

أَعْطَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ وَ إِنَّهُ لَأَبْغَضُ الْخَلْقِ إِلَيَّ فَمَا زَالَ يُعْطِينِي حَتّٰى إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ---

''حنین کے موقع پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس وقت دیا جب تمام انسانوں سے بڑھ کر میں آپ ﷺ سے بغض رکھتا تھا۔ آپ مجھے مسلسل عطا فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے حسن سلوک کی بدولت میں آپ کا گرویدہ ہو گیا اور آپ ﷺ میرے لیے سب سے زیادہ محبوب ہو گئے''---

[ترمذی، ابواب الزکوٰۃ، باب ما جاء فی اعطا المؤلفۃ قلوبھم]

ان تاریخی واقعات کے تجزیے کے مطابق، مولفۃ القلوب کی نمایاں اقسام درج ذیل ہیں:

1. ایسا آدمی کہ جسے عطا کرنے سے اس کے یا اس کے خاندان کے اسلام قبول کر لینے کی توقع ہو۔
2. نومسلم، کہ جسے اسلام میں ثابت قدم رکھنا مقصود ہو۔
3. اپنی قوم کا سردار اور پختہ مسلمان ہو اور اس کو دینے سے اس کی قوم کے کافر افراد کے مسلمان ہونے کی توقع ہو۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مؤلفۃ القلوب ...... رسول اللہ ﷺ کے بعد

کیا اب بھی مولفۃ القلوب کو زکوٰۃ میں سے دیا جائے گا؟ اس کے متعلق امام کاسانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت کا خلاصہ یہ ہے:

''اکثر علماء کا قول ہے کہ ان کا حصہ منسوخ ہو چکا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد ایک عرصہ گزر گیا اور انہیں کچھ نہیں دیا گیا، لہٰذا آج بھی انہیں کچھ نہیں دیا جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔ البتہ بعض نے کہا ہے کہ جو لوگ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں لیا کرتے تھے، ان میں سے باقی ماندہ کو بعد میں بھی دیا گیا اور اب بھی نومسلموں کے دل خوش کرنے اور انہیں اسلام پر ثابت قدم رکھنے کے لیے دیا جائے گا۔ اسی طرح کفار کے سرداروں کو بھی دینا، مصلحت کے مطابق ہے، جب کہ ان کا غلبہ ہو

اور مسلمانوں کو ان کی شرانگیزی کا خطرہ ہو۔ کیوں کہ جس سبب سے نبی اکرم ﷺ دیا کرتے تھے، وہ آج کے لوگوں میں بھی موجود ہے۔

اکثر علما کا قول اس کے برعکس ہے اور وہی صحیح ہے، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے مؤلفۃ القلوب کو صدقات میں سے کچھ نہیں دیا اور کسی صحابی نے ان کے طرز عمل پر اعتراض اور ان سے اختلاف نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بعض مؤلفۃ القلوب حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور اپنے حصے کے لیے نیا فرمان لکھنے کی درخواست کی، جو لکھ دیا گیا۔ حضرت عمر کو معلوم ہوا تو انہوں نے ان سے لے کر وہ فرمان پھاڑ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں اس لیے دیا کرتے تھے کہ تم اسلام کے ساتھ مانوس ہو جاؤ، لیکن آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دی ہے اور اسے غالب کر دیا ہے۔ اگر تم اسلام پر ثابت قدم رہے تو ٹھیک ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ یہ لوگ حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت لے کر آئے تو انہوں نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو برقرار رکھا۔ دیگر صحابہ کرام کو بھی اس فیصلے کی خبر ہوئی مگر کسی نے اس کے خلاف راہ نہیں اپنائی۔

یہ بات اتفاق امت سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ انہیں اسلام سے مانوس کرنے کے لیے دیا کرتے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں مؤلفۃ القلوب کے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔ اس وقت اسلام کمزور تھا اور اہل اسلام قلیل تھے۔ اب عمارت اسلام کے ستون مضبوط ہو چکے ہیں اور بنیادیں راسخ ہو چکی ہیں۔ جب کوئی حکم کسی خاص عقلی وجہ سے ثابت ہوا ہو تو اس وجہ اور علت کے ختم ہونے سے اس حکم کی مدت پوری ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سے مشرکین کے ساتھ معاہدے فرمائے، کیوں کہ اس وقت ان سے معاہدوں کی اور ان کی مدارات کی ضرورت تھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عزت بخشی اور ان کی تعداد کثیر ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ کفار کے عہد و پیمان انہیں واپس کر دیے جائیں اور تمام مشرکین سے جہاد کیا جائے۔ سورہ توبہ کی ابتدائی پانچ آیات اسی کے متعلق نازل ہوئیں''---[بدائع الصنائع، جلد۲، صفحہ ۴۵-۴۴]

اس سلسلے میں عمر، حسن اور شعبی کا قول بھی درج بالا موقف کے مطابق ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا مسلک بھی یہی ہے، تاہم جن ائمہ کے خیال میں یہ حکم اب بھی باقی ہے، ان کا کہنا ہے کہ کبھی حاکم وقت کو اسلام کی مضبوطی اور تائید کے لیے ایسی صورت حال کی ضرورت پیش آسکتی ہے، لہٰذا حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا مذکور عمل غلبہ اسلام کی وجہ سے وقتی نوعیت کا سمجھا جائے گا۔ ابن عربی کا قول ہے کہ اگر اسلام مضبوط اور غالب ہو تو یہ شق معطل رہے گی اور اگر مسلمان کفار کے محتاج ہوں تو اس پر عمل کیا جائے گا، حدیث صحیح میں ہے:

بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ---[قرطبی، جلد ۸، صفحہ ۱۸۱]

''اسلام کا آغاز اجنبی اور کمزور حالت میں ہوا اور پھر حالت آغاز کی طرف لوٹ جائے گا''---

⑤ الرقاب (غلاموں کی آزادی میں)

مصارف زکوٰۃ کی یہ پانچویں قسم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اب نہ دور غلامی ہے اور نہ غلام ہیں۔ غلامی کے خاتمے کے باعث اس حوالے سے، اب کوئی مستحق زکوٰۃ نہیں ہے، اس لیے غلاموں کی آزادی سے متعلق مسائل زکوٰۃ اور ان کی جزئیات بیان کرنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی، لیکن قرآنی احکام کی حکمتیں سدا بہار ہیں اور انسانی شعور وفکر ہر زمانے میں ان سے جلا حاصل کرتا رہے گا، لہٰذا ضروری ہے کہ مسئلے کی وضاحت کر دی جائے، تاکہ اس کے ذریعے اس حکم کا سبب اور حکمت و مصلحت بھی واضح ہو جائے۔

الرقاب، رقبة کی جمع ہے، اس کا لفظی معنی گردن ہے۔ قرآن مجید میں اصطلاحاً غلام یا باندی کو رقبة کہا گیا ہے۔ مصارف زکوٰۃ کے بیان پر مشتمل آیت [التوبة: ۱۶۰] میں لفظ الرقاب آیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ زکوٰۃ کا ایک حصہ غلاموں کی آزادی پر خرچ کیا جائے، کیوں کہ ان کی گردنیں بھی طوقِ غلامی میں جکڑی ہوئی ہوتی ہیں۔

غلامی سے آزادی دلانے کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی غلام اپنے مالک سے یہ طے کرلے کہ وہ اپنی آزادی کے عوض میں اتنی رقم مالک کو دے گا اور مالک بھی اس سے اتفاق کرلے تو زکوٰۃ کی مد سے اس کی مدد کی جائے، تاکہ وہ غلامی سے نجات پالے۔ مالک اور غلام کے اس باہمی معاہدے کو فقہی زبان میں مکاتبت کہتے ہیں اور ایسے غلام کو مکاتب کہا جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ

ایک یا زیادہ آدمی مل کر غلام کی قیمت ادا کر کے اسے آزاد کر دیں۔ مصرف زکوٰۃ کے ضمن میں، اس کے اطلاق کی صحیح ترین پہلی صورت ہے، یعنی مکاتبت۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں الرقاب کا لفظ استعمال ہوا ہے اور حدیث پاک میں یہ لفظ مکاتب پر بولا جاتا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی:

دُلَّنِی عَلٰی عَمَلٍ یُقَرِّبُنِی مِنَ الْجَنَّۃِ، وَ یُبَاعِدُنِی مِنَ النَّارِ---

''مجھے ایسے عمل کی طرف راہ نمائی فرمائیں جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے دور کر دے''---

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَعْتِقِ النَّسَمَۃَ، وَ فُکَّ الرَّقَبَۃَ---

''جان کو آزادی دلا اور گردن کو چھڑا''---

وہ عرض گزار ہوا کہ یہ دونوں عمل تو ایک ہی چیز نہیں ہیں؟ فرمایا نہیں، جان آزاد کرنا یہ ہے کہ تو انفرادی طور پر کسی غلام کو خرید کر آزاد کرے اور گردن چھڑانا یہ ہے کہ تو آزادی کے لیے قیمت ادا کرنے میں اس کی مدد و اعانت کرے۔ [قرطبی، جلد ۸، صفحہ ۱۸۳]

خاتمۂ غلامی کے لیے اقدامات، اسلام کا امتیازی وصف

غلامی سے آزادی دلانے کے لیے، زکوٰۃ کی مد میں حصہ مقرر کرنا، ان اقدامات میں سے ایک ہے جو دین اسلام نے اس ضمن میں کیے ہیں۔ یہ اسلام کا وہ امتیازی وصف ہے، جس کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسلام کا مزاج ہی یہ ہے کہ ہر انسان اللہ کا بندہ ہے، وہ کسی دوسرے انسان کی اس طرح اطاعت نہیں کر سکتا کہ کسی کی قانونی جائیداد بن کر رہ جائے۔ زکوٰۃ کی مد میں غلاموں کی آزادی کے لیے حصہ مقرر کرنا اسلام کے اسی مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔ اسلام کے ایسے اقدامات کے ذریعے ہی انسانی فکر و شعور کو وہ روشنی نصیب ہوئی جس نے غلاموں سے حسن سلوک کی راہ دکھائی، بالآخر غلامی کی قباحت و برائی لوگوں پر واضح ہوئی، اسے ایک گھناؤنا اور مکروہ عمل سمجھا جانے لگا اور اس کے خاتمے کے لیے عالمی طاقتیں قانون سازی پر مجبور ہوئیں۔ غلامی کے خاتمے کے لیے کیے گئے اسلام کے تمام اقدامات کا بیان یہاں غیر متعلقہ ہوگا، البتہ موضوع زیر بحث کے حوالے سے یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم نے پہلے اہل ایمان کو غلاموں سے مکاتبت کرنے کی ترغیب دلائی، پھر معاشرے کے

مال دار طبقے کو تلقین کی کہ وہ غلاموں کی مدد کر کے انہیں غلامی کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْکِتَابَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ فَکَاتِبُوْھُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْھِمْ خَیْرًا وَ آتُوْھُمْ مِنْ مَالِ اللّٰہِ الَّذِیْ آتَاکُمْ ---[النور:۳۳]

''اور تمہارے زیر ملکیت غلاموں میں سے جو مکاتبت کرنا چاہیں، ان سے عہد مکاتبت کرلو، اگر تمہیں ان میں بھلائی معلوم ہو اور انہیں اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے''---

⑥ الغارمین (جن پر قرض ھو)

غارمون یا غارمین، غارم کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جس پر قرض ہو اور اس قرض کی رقم کے علاوہ اس کے پاس نصاب سے زائد مال نہ ہو:

أَنْ لَا یَمْلِکَ نِصَابًا فَاضِلًا عَنْ دَیْنِہٖ ---[البحر الرائق، جلد۲، صفحہ۲۴۱]

اس کی تین صورتیں ہیں:

1. ایسا مقروض شخص کہ جس کے پاس مال موجود ہو مگر قرض کی مقدار اس مال سے زیادہ ہو۔
2. وہ شخص کہ جس پر قرض کی مقدار اس کے پاس موجود مال کے برابر ہو۔
3. مقروض کے پاس موجود مال کی مقدار قرض سے زیادہ ہے مگر قرض ادا کرنے کے بعد باقی مال بقدر نصاب نہیں رہتا۔ [بدائع الصنائع، جلد۲، صفحہ۴۵]

قرض کے متعلق اسلام نے مکمل ہدایات دی ہیں۔ پہلی ہدایت یہ ہے کہ انسان خود اپنے ہاتھ سے کمائے، محنت کرے اور بے کار نہ رہے۔ اسلام میں نکھٹو اور سست و کاہل افراد کسی طور بھی قابل ستائش نہیں ہیں۔ بے کاری اور کام چوری کا نتیجہ گداگری اور قرض اٹھانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ اسراف اور تبذیر یعنی ہر قسم کی فضول خرچی سے دامن بچا کر زندگی گزاری جائے تاکہ قرض اٹھانے کی ضرورت دامن گیر نہ ہو۔

وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ ---

[بنی اسرائیل:۲۶، ۲۷]

اسلام کا تیسرا سبق یہ ہے کہ شدید مجبوری کی حالت میں قرض لیا جائے کہ یہ ایک مصیبت ہے

اوراس کے متعلق احادیث میں بہت سختی کی گئی ہے۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے۔اس کی وجہ پوچھی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مقروض ہوتا ہے، وہ جھوٹ بولتا اور وعدہ خلافی کرتا ہے''---

[بخاری، کتاب الاستقراض، باب من استعاذ من الدین]

چوتھا حکم یہ ہے کہ سخت مجبوری کی بنا پر قرض لینا پڑے تو اسے جلد ادا کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے نصرت واعانت سے نوازا جاتا ہے۔حدیث پاک میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے قرض لے اور اسے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کرانے کے اسباب پیدا فرما دیتا ہے اور اگر مال ضائع کر دینے کی نیت ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ضائع کر دیتا ہے۔

[ابن ماجہ، ابواب الصدقات]

اگر مقروض کے پاس کوئی بھی دولت اور جائے داد ہو تو اسے بیچ کر اپنے ذرائع سے قرض ادا کرے اور اپنے روزمرہ خرچ میں ہر ممکن کفایت شعاری کرے۔

انسانی زندگی کے نشیب وفراز ایسے ہیں کہ بعض اوقات قرض لیے بغیر چارہ نہیں رہتا اور تمام تر کوشش کے باوجود اسے ادا کرنے سے انسان قاصر رہتا ہے۔ایسی صورت میں اسلام نے قرض خواہ کو یہ تلقین کی ہے کہ وہ مقروض سے رعایت برتے، اسے مہلت دے، اگر ہو سکے تو اسے معاف کر دے۔ارشاد ربانی ہے:

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○---[البقرۃ:۲۸۰]

''اگر مقروض تنگ دست ہو تو فراخی ہونے تک اسے مہلت دے دو اور اگر اس پر صدقہ کر دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اگر تم سمجھو''---

مقروض، اگر اپنے ذرائع سے قرض ادا کرنے کی کوئی صورت نہ پائے تو زکوٰۃ کے مال سے اس کا قرض ادا کیا جائے۔خواہ مال دار طبقہ خود زکوٰۃ کی مد سے ادا کرے یا اسلامی ریاست، زکوٰۃ اور بیت المال کی دیگر کسی مد سے اس کا اہتمام کرے۔قرض کی دو اقسام ہیں:

❶ یہ کہ بے روزگاری کے ہاتھوں مجبور ہو کر یا کم آمدنی کی وجہ سے اہل وعیال کا خرچ پورا کرنے کے لیے قرض اٹھانا پڑے۔یوں ہی بیماری کے علاج یا کسی آفت کی وجہ سے

تباہ کاری کے باعث قرض لیا ہو یا کاروبار میں خسارے نے مقروض بنا دیا ہو۔

❷ دو پارٹیوں کے درمیان صلح کراونے کے لیے کچھ مالی ضمانت کا بوجھ اٹھایا ہو۔

❸ غیر شرعی کاموں کے لیے قرض لیا ہو، جیسے شادی بیاہ کی غیر شرعی یا فضول رسموں کے لیے قرض اٹھانا۔اسی طرح جوئے، شراب نوشی اور منشیات جیسے قبیح کاموں کی وجہ سے مقروض ہو جانا، وغیرہ

پہلی دونوں صورتوں میں زکوٰۃ کے مال سے قرض ادا کرنے کا اہتمام کیا جائے، آخری صورت میں نہیں۔اس سلسلے کی دو احادیث ملاحظہ ہوں:

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیت (قتل یا کسی جرم کا مالی تاوان) کی ذمہ داری قبول کر لی۔اس وجہ سے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس میں تعاون کا طلب گار ہوا۔حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تم ہمارے یہاں قیام کرو، جب ہمارے پاس صدقات کا مال آئے گا تو ہم تمہارے لیے بھی حکم جاری کریں گے۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین افراد کے لیے جائز ہے، ایک وہ آدمی کہ جس نے کسی ضمانت کا ذمہ لیا ہو، اس کے لیے سوال جائز ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ اس سے عہدہ برآ ہو جائے، پھر سوال کرنے سے رک جائے۔دوسرا وہ آدمی کہ جسے کسی آفت نے آلیا ہو اور اس نے اس کا مال ہلاک کر دیا ہو۔وہ اپنی لازمی اور جائز ضرورت پوری کرنے تک سوال کر سکتا ہے۔تیسرا وہ آدمی جو فاقے میں مبتلا ہو اور اس کے قبیلے کے تین سمجھ دار افراد اس کے فاقے کی گواہی دیں۔اس کے لیے بھی اس وقت تک سوال جائز ہے جب تک کہ اس کا فاقہ دور نہ ہو جائے۔اے قبیصہ! اس کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے، سوال کرنے ولا حرام مال کھائے گا''---

[مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب من تحل له المسئلة/ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، ما تجوز فیه المسئلة]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں ایک آدمی پھلوں کی وجہ سے، جو اس نے خریدے تھے، مصیبت میں مبتلا ہو گیا، پس اس پر بہت زیادہ قرض چڑھ گیا تو نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس پر صدقہ کرو۔لوگوں نے اس پر صدقہ کیا، لیکن اس صدقے سے بھی اس کا قرض ادا نہ ہو سکا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے قرض خواہوں سے فرمایا:

''جو تمہیں مل گیا ہے، وہی لے لو، مزید تمہارے لیے کچھ نہیں ہے''---

[مسلم، کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین/ ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی وضع الجائحۃ]

زکوٰۃ میں مقروض کا حصہ ...... اسلامی کفالت عامہ کی ایک جھلک

مقروضوں کو قرض کی مصیبت سے نجات دلانے کے لیے زکوٰۃ کی مد میں حصہ مقرر کرنا اور ان کی دادرسی کا عملی اہتمام، اسلامی نظام کی امتیازی خصوصیات کا پتا دیتا ہے۔ اسلام نے فرد کی تنگ دستی کے ازالے اور زمینی و آسمانی آفات کے باعث مفلس و قلاش ہونے یا کاروبار میں خسارہ پڑ جانے جیسی مصیبتوں میں اس کی دست گیری کا مستقل نظام وضع کیا ہے۔ کفالت عامہ کا یہ تصور ہر شہری کے لیے بلا معاوضہ ہے۔ موجودہ دور میں انشورنس کے ذریعے ایسی مشکلات کا ازالہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر یہ ایک نامکمل اور محدود کوشش ہے، جس سے صرف وہی فرد استفادہ کرسکتا ہے جو پالیسی حاصل کر کے اس کی مطلوبہ اور متعین رقم ادا کرے۔ چوں کہ انشورنس کمپنی، فرد کی ادا کردہ رقم کی نسبت سے ادائیگی کرتی ہے، اس لیے ضروری نہیں کہ اس سے فرد کے نقصان کا واقعی ازالہ ہو جائے۔ اسلام نے مقروض کے قرض کی ذمہ داری اسلامی بیت المال پر ڈال دی ہے اور زکوٰۃ میں اس کے لیے حصہ مقرر کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کس قدر حوصلہ افزا ہے اور اہل اقتدار کے لیے لائق مطالعہ بھی، جو غربت و افلاس کے ستائے ہوئے عوام کی دستگیری کا کوئی پروگرام وضع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فَأَيُّكُمْ مَا تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلَأُدْعَ إِلَيْهِ فَأَنَا مَوْلَاهُ وَ أَيُّكُمْ مَا تَرَكَ مَالًا فَإِلَى الْعَصَبَةِ مَنْ كَانَ---

''روئے زمین پر کوئی بھی ایمان والا ہو تو میں تمام لوگوں سے بڑھ کر اس کا والی ہوں، تم میں سے جو کوئی قرض یا بچے چھوڑ کر مرے تو میں اس کا والی وارث ہوں اور اگر کوئی تم میں سے مال چھوڑ کر جائے تو وہ اس کے وارث کا ہے، جو بھی ہو''---

[مسلم، کتاب الفرائض، باب من ترک مالا فلورثتہ]

[جاری ہے]

اعلیٰ حضرت کی زمین میں

عرشِ اعظم پر گئی ان کی سواری واہ وا
ہر قدم پر قدسیوں کی صف پکاری ''واہ وا''

واہ وا، کیا شان ہے آقا ﷺ تمھاری، واہ وا
حق نے بخشا خود مقامِ راز داری واہ وا

''اُدنُ مِنّی'' کہہ کے خود حق نے بلایا آپ کو
وصل کی شب اور یہ آواز پیاری ، واہ وا

وہ نرالے رخ سے ملنا طالب و مطلوب کا
دو کمانیں ، وہ محیطِ ہمکناری واہ وا

تم شہا! خیر البشر ہو اور ہم خیر الامم
ہے تمہاری واہ وا سے ہی ہماری واہ وا

دیکھنے کو رکھ لیا آئینہ اپنے عکس کا
آئنہ گر کا رخِ آئینہ داری واہ وا

ان کے صدقے میں دُھلے جاتے ہیں عصیاں خلق کے
عاصیوں پر بارشِ الطافِ باری واہ وا

رخ جدھر پھیرا، اسی جانب صحابہ رضی اللہ عنہم پھر گئے
خادموں کا جذبۂ طاعت گزاری واہ وا

ان کو حق نے خود بنایا مالک و مختارِ کل
سرور عالم ﷺ کی شانِ اختیاری واہ وا

ان کے در پر سر جھکانے سے ہوئے ہم مالا مال
ہاتھ آئی دولتِ مقصد براری واہ وا

ان کا آنا تھا کہ آئی ریگ زاروں پر بہار
ساتھ لے کے آئے کیا فصلِ بہاری واہ وا

ان کے در سے بھیک ملنے پر یہ فوقیت ملی
ہو گیا ادنیٰ گدا شاہوں پہ بھاری واہ وا

مل گیا انور مجھے ان کا سہارا وقت پر
راس آیا کیا ہی وقتِ سازگاری واہ وا

انور فیروز پوری

WWW.NAFSEISLAM.COM

اشاریہ ماہ نامہ نور الحبیب

سال 2010ء

مرتبہ: مولانا محمد یوسف نوری

جنوری تا دسمبر 2010ء جلد: 22، شمارہ: 1 تا 12

Nafse Islam نفس اسلام WWW.NAFSEISLAM.COM

اس سال کے پرچے 1148 صفحات پر مشتمل ہیں، جن میں مختلف عنوانات کے تحت درجِ ذیل مضامین منظر عام پر آئے۔ تفصیل کچھ اس طرح سے ہے:

عنوان مضمون	مضمون نگار	ماہ	صفحہ
کچھ بیاں اپنا [اداریہ/ اظہاریہ]			
عوام ہوشیار اور افواج بیدار ہیں، حکمران کہاں ہیں؟	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جنوری	۵-۸
تحفظ ناموس رسالت، مسلم حکمران غیرت ایمانی کا ثبوت دیں	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	فروری	۴-۶
دیں ہمہ اوست	محمد ضیاء الحبیب صابری، مولانا، ڈاکٹر	مارچ	۵-۷
و لا تعثوا فی الارض مفسدین	محمد ضیاء الحبیب صابری، مولانا، ڈاکٹر	اپریل	۵-۸

ریاست، حکومت اور شہری	محمد ضیاء الحبیب صابری، مولانا، ڈاکٹر	مئی	۵-۸
ألیس منکم رجل رشید	محمد ضیاء الحبیب صابری، مولانا، ڈاکٹر	جون	۷-۱۶
رفتید و لے نہ از دلِ ما	محمد محب اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جون	۱۷-۲۵
علامہ شبیر احمد ہاشمی	محمد محب اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جون	۱۸-۱۹
مولانا حافظ نذیر احمد نوری	محمد محب اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جون	۲۰-۲۵
اظہار تشکر (بسلسلہ عرس سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ)	محمد محب اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جولائی	۵-۶
سانحہ داتا دربار کے بعد؟	محمد ضیاء الحبیب صابری، مولانا، ڈاکٹر	اگست، ستمبر	۷
سیلاب، عذاب، عتاب یا عقاب؟	محمد ضیاء الحبیب صابری، مولانا، ڈاکٹر	اکتوبر	۵-۷
......اور اب حضرت بابا فرید کے دربار پر دھاکہ	محمد محب اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	نومبر	۵-۶
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا	احمد علی قصوری، علامہ	نومبر	۷-۱۴
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے	ضیاء الحبیب صابری، ڈاکٹر، مفتی	دسمبر	۵-۱۲
''سنی لانگ مارچ'' تازہ ہوا کا جھونکا	احمد علی قصوری، علامہ	دسمبر	۱۷

عبادات/ اسلامی تقریبات

معراج شریف	عبد المصطفیٰ اعظمی، علامہ	جون	۲۹-۳۴
برکات شعبان المعظم	نذیر احمد نوری، مولانا، حافظ	جولائی	۷-۱۵
دعائے نصف شعبان المعظم	ادارہ	جولائی	۱۶-۱۷
روزہ کیا ہے؟	نور احمد شاہتاز، ڈاکٹر	اگست، ستمبر	۱۷-۲۶
تقریبات ماہِ صیام	محمد علی نقشبندی، مولانا، صوفی	اگست، ستمبر	۳۳-۳۷
عید الفطر کے فضائل و مسائل	محمد دین چشتی، مولانا	اگست، ستمبر	۱۰۵-۱۱۶
حج، عمرہ اور حاضری مدینہ منورہ	محمد محب اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	نومبر	۱۷-۲۵
قربانی، فضیلت و اہمیت اور احکام و مسائل	محمد ناصر خان چشتی، مولانا	نومبر	۲۹-۴۳
شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی انفرادیت	خلیل احمد نوری، مولانا، پروفیسر	دسمبر	۱۹-۲۶

WWW.NAFSEISLAM.COM

دعائے عاشوراء	ادارہ	دسمبر	۲۸

فقہ و فتاویٰ

سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کے احکام ومسائل	خلیل احمد نوری، مولانا، پروفیسر	جنوری	۵۱-۶۱
زیارتِ قبور	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ	جنوری	۷۵-۸۲
سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کے احکام ومسائل	خلیل احمد نوری، مولانا، پروفیسر	فروری	۱۰۱-۱۱۰
مال تجارت کی زکوٰۃ کے احکام ومسائل	خلیل احمد نوری، مولانا، پروفیسر	مارچ	۷۹-۹۱
تجارتی سامان کی زکوٰۃ کے احکام ومسائل	خلیل احمد نوری، مولانا، پروفیسر	اپریل	۲۵-۳۱
حلال وحرام جانوروں کی فہرست	محمد رمضان محقق النوری، مولانا	مئی	۵۶-۶۴
جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام ومسائل	خلیل احمد نوری، مولانا، پروفیسر	مئی	۶۵-۷۲
جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام ومسائل	خلیل احمد نوری، مولانا، پروفیسر	جون	۳۵-۴۷
زرعی پیداوار کی زکوٰۃ (عشر)	خلیل احمد نوری، مولانا، پروفیسر	جولائی	۲۹-۳۷
تراویح	محمد رمضان، محقق النوری، مولانا	اگست، ستمبر	۲۷
اعتکاف، صدقۃ الفطر اور عید کے مسائل	محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الافاضل	اگست، ستمبر	۲۸-۳۲
عشر کے احکام ومسائل	خلیل احمد نوری، مولانا، پروفیسر	اگست، ستمبر	۸۳-۹۱
معدنی دولت اور مدفون خزانوں پر زکوٰۃ	خلیل احمد نوری، مولانا، پروفیسر	اکتوبر	۸۵-۹۲
اوجھڑی کھانا جائز ہے	سید ابوالبرکات، مولانا	نومبر	۴۴
زکوٰۃ کے مصارف	خلیل احمد نوری، پروفیسر، مولانا	نومبر	۶۷-۷۸
طبی موت اور ڈاکٹر کی ذمہ داری	نور احمد شاہتاز، ڈاکٹر، پروفیسر	نومبر	۸۹-۹۱
بہشتی دروازہ	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	دسمبر	۸۱-۱۱۲
تیس تاریخ کو دن کے وقت چاند نظر آنے کے متعلق شرعی مسائل	منیب الرحمٰن، پروفیسر مفتی	دسمبر	۳۹-۵۰
زکوٰۃ کے مصارف (مستحقین)	خلیل احمد نوری، پروفیسر، مولانا	دسمبر	۵۱-۶۱

WWW.NAFSEISLAM.COM

سیرت و سوانح

فضائل و سیرت مصطفی ﷺ

رفعت شانِ ورفعنا لک ذکرک	محمد محب اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	فروری	۷-۶۴
ولادت کے وقت سرکار ﷺ کے معجزات	محمد سلطان شاہ، ڈاکٹر، سید	فروری	۶۷-۷۹
اس صورت نوں میں جان آکھاں	احمد یار خان نعیمی، حکیم الامت، مفتی	فروری	۸۰-۸۴
حیات النبی ﷺ	محمد ظفر علی سیالوی، ابوزوہیب	فروری	۸۵-۹۲
کلکی اوتار اور حضرت محمد ﷺ	سلطان منیر رضوی	فروری	۹۳-۹۷
نام محمد ﷺ کی جلوہ گری	محمد عالم مختار حق	مارچ	۴۷-۵۲
اسم محمد ﷺ کی جلوہ گری	محمد عالم مختار حق	اپریل	۷۹-۸۱
تو کائنات حسن ہے یا حسن کائنات	خورشید احمد گیلانی، صاحبزادہ، سید	اپریل	۸۹-۹۴

سیرت اہل بیت اطہار / سیرت صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	محمد محب اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جنوری	۸۳-۹۲
پیکر وفا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	خورشید احمد گیلانی، صاحبزادہ، سید	مئی	۱۱-۱۴
افضلیت واولیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	محمد شہزاد مجددی، علامہ	مئی	۱۵-۲۸
سیدہ فاطمۃ الزہراء کی بارگاہ میں اقبال کا نذرانہ	محمد محب اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	اگست، ستمبر	۳۹-۴۲
کون علی رضی اللہ عنہ؟	احمد رضا خان، اعلیٰ حضرت بریلوی	اگست، ستمبر	۴۳-۴۸
امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ	محمد ناصر خان چشتی، مولانا	نومبر	۵۷-۶۶
امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	محمد ناصر خان چشتی، مولانا	دسمبر	۲۹-۳۸

سیرت علماء و مشائخ

عظمت اولیاء	احمد یار خان نعیمی، حکیم الامت، مفتی	جنوری	۱۱-۳۱
حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات	رشید محمود، راجا	جنوری	۳۳-۳۸
حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز	اختر شاہجہان پوری، علامہ	جنوری	۳۹-۴۰

پیر پٹھان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ	محمد ناصر خان چشتی، مولانا	جنوری	۴۶-۴۱
حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	محمد ناصر خان چشتی، مولانا	جنوری	۵۰-۴۷
حضرت سیدنا امام حسن اور حضرت سیدنا غوث اعظم	محمد الیاس برنی، مولانا	مارچ	۱۲-۹
سیدنا غوث اعظم عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ	غلام سرور قادری، ڈاکٹر، مفتی	مارچ	۲۴-۱۴۳
تحریک ختم نبوت اور حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جون	۶۱-۱۵
روشن چراغ	عقیل احمد، پی ایچ ڈی سکالر	جون	۶۴-۶۱
فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ، پیکر شفقت	محمد ضیاء محی الدین گیلانی، سید	جون	۶۷-۶۵
روشن خیال فقیہ	فیض الحسن شاہ، صاحبزادہ، سید	جون	۸۰-۷۳
خطاب نورانی	شاہ احمد نورانی صدیقی، علامہ	جون	۸۳-۸۱
حضور صدر الافاضل اور زیارت حرمین شریفین	محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی، مولانا	اگست، ستمبر	۶۶-۵۹
حواشی از مدیر ماہنامہ نور الحبیب	مدیر ماہنامہ نور الحبیب	اگست، ستمبر	۶۸-۶۶
ہزار بار مرا نوریاں کمیں کردند	اقبال احمد فاروقی، علامہ پیرزادہ	اگست، ستمبر	۸۲-۷۸
مفتی شیخ سید عبد القادر سقاف کی وفات	عبد الحق انصاری	اگست، ستمبر	۱۲۳-۱۱۷
حضرت عبد اللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ	طیبہ ضیاء چیمہ	نومبر	۸۱-۷۹

اصلاح معاشرہ

اصلاحِ معاشرہ	محمد رمضان نوری، علامہ ابو الحقائق	جنوری	۷۴-۶۳
تحقیر علم وعلماء	نور احمد شاہتاز، ڈاکٹر	مارچ	۴۲-۳۷
سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عملی راہنمائی	حماد خالد فیاضی	مارچ	۶۹-۵۵
اسلام کا فلسفہ عدل وانصاف	محمد ناصر خان چشتی، مولانا	اپریل	۲۴-۹
توبہ کی اہمیت	محمد ظفر علی سیالوی، ابوزوہیب	اپریل	۵۸-۵۱
وقت، امانت ہے	عبد الواسع شاکر، ڈاکٹر	اپریل	۶۸-۵۹
عرس اور آداب حاضری	نذیر احمد نوری، مولانا حافظ	جون	۹۵-۸۵

والد کی عظمت اور مقام ومرتبہ	محمد ناصر خان چشتی، مولانا	جولائی	۲۸-۱۹
حرمین شریفین کے آداب	ابن آدم	اکتوبر	۸۲-۸۱

فکر و نظر / بحث و تحقیق

سفینہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ تحقیق کے آئینہ میں	تنویر حسین مجددی، علامہ	مارچ	۳۳-۲۵
غلو کسے کہتے ہیں؟	منیر احمد یوسفی، علامہ	اپریل	۴۰-۳۳
موبائل فون سے متعلق اہم مسائل	غلام محمد وستانوی، مولانا حذیفہ	اپریل	۷۸-۶۹
جہاں بینی	سلیم فاروقی، ڈاکٹر	مئی	۱۰-۹
حقیقت دین	حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ	جون	اندرون ٹائٹل
بتلا دو گستاخ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے	عامر لیاقت حسین، ڈاکٹر	جون	۲۸-۲۶
از نگاہ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر	عرفان صدیقی	جولائی	۷۸-۷۵
قرآن اور یہ کائنات	عبدالرشید سیال	اگست، ستمبر	۵۸-۴۹
مسجد نبوی کی وجہ عظمت حدیث ''لاتشد الرحال'' کی روشنی میں	ترجمہ محمد محب اللہ نوری، صاحبزادہ، مولانا	اگست، ستمبر	۷۷-۶۹
عقیدہ ختم نبوت، اسلام کا بنیادی عقیدہ	محمد ناصر خان چشتی، مولانا	اگست، ستمبر	۱۰۴-۹۲
پاکستان کی روحانی فائل	محمد سرور شفقت، پروفیسر	اگست، ستمبر	۱۳۴-۱۲۴
......کجا ماند مسلمانی!	محمد ضیاء الحبیب صابری، ڈاکٹر، مفتی	اکتوبر	۳۴-۲۱
آثار نبوی	محمد سعید خان، مفتی	اکتوبر	۸۰-۳۷
حکیم الامت علامہ محمد اقبال اور مسلمہ پنجاب	محمد ضیاء الحبیب صابری، ڈاکٹر، مفتی	نومبر	۵۶-۴۵

رپوتاژ

کانفرنس انجمن حزب الرحمٰن اور عرس اماں جی	محمد فیض المصطفیٰ نوری، مولانا	فروری	۱۰۰-۹۸
درس قرآن (علامہ احمد علی قصوری)	محمد فیض المصطفیٰ نوری، مولانا	فروری	۱۰۰
حضرت جانشین فقیہ اعظم کے تبلیغی دورہ جات	ادارہ	اپریل	۸۶-۸۳

بڑی گیارہویں شریف	ادارہ	اپریل	۸۸
دارالعلوم کے شعبہ بنات میں تقریب تقسیم اسناد	راشدہ نوریہ	مئی	۷۵-۷۳
عرس حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور سالانہ اجلاس	محمد طیب نوری، مولانا	اگست، ستمبر	۷۱-۵۵
تقریبات دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف	ادارہ	اگست، ستمبر	۱۳۵
سر دلبراں	محمد ضیاء الحبیب صابری، ڈاکٹر مفتی	اکتوبر	۱۹-۱۱

کتاب نما

''اویس قرنی کے دیس میں'' پر تبصرہ	محمد صحبت خان کوہاٹی، ابوعمار، ڈاکٹر	جنوری	۹۴-۹۳
''اویس قرنی کے دیس میں'' پر تبصرہ	ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالا	فروری	۹۲
تبصرہ کتب	مدیر اعلیٰ	مارچ	۳۶-۳۴
کتب خانہ خانقاہ وزّان	عبدالحق انصاری	مارچ	۷۸-۷۱
کتب خانہ خانقاہ وزّان	عبدالحق انصاری	اپریل	۵۰-۴۱
تبصرہ کتب	مدیر اعلیٰ	مئی	۳۰-۲۹
حرف محبت	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	مئی	۴۰-۳۷
تبصرہ کتب	مدیر اعلیٰ	جون	۵۰-۴۹
تبصرہ کتب	مدیر اعلیٰ	جولائی	۴۰-۳۹
تبصرۂ کتب	مدیر اعلیٰ	نومبر	۸۵-۸۲
''چند روز مصر میں'' پر ماہنامہ السعید کا تبصرہ	محمد فاروق خان سعیدی، مولانا، حافظ	نومبر	۹۴-۹۳
''ارمغان محبت'' پر ماہنامہ السعید اور روزنامہ نوائے وقت کا تبصرہ	محمد کوثر سعیدی، راجا مصطفیٰ کامل، قاضی	دسمبر	۸۰-۷۷

حمد

حمدِ ربِ جلیل جل جلالہ	رشید محمود، راجا	جنوری	۳
مناجات	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	جنوری	۱۰

WWW.NAFSEISLAM.COM

حمد شریف	رشید محمود، راجا	فروری	۳
حمدِ ربِ جلیل جل جلالہ	رشید محمود، راجا	مارچ	۳
یا رب!	حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا	اپریل	۳
حمد باری تعالیٰ جل جلالہ	رشید محمود، راجا	مئی	۳
حمد خالق و مالک عزوجل	رشید محمود، راجا	جون	۵
حمد رب عوالم جل جلالہ	رشید محمود، راجا	جولائی	۳
حمد باری تعالیٰ جل جلالہ	رشید محمود، راجا	اگست، ستمبر	۳
حمد باری تعالیٰ عزوجل	رشید محمود، راجا	اکتوبر	۴
حمد خالق عوالم جل جلالہ	رشید محمود، راجا	نومبر	۳
ایک حمد	رشید محمود، راجا	دسمبر	۳

نعت

نعت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	رشید محمود، راجا	جنوری	۴
ہے ایمان اپنا محبت کسی کی	محمد محب اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	فروری	بیک ٹائٹل
نعت شریف	رشید محمود، راجا	فروری	۳
میلاد سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	رشید محمود، راجا	فروری	۶۵
نغمہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	محمد عبد القیوم طارق سلطان پوری	فروری	۶۶
نعت سرورِ جمیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	رشید محمود، راجا	مارچ	۳
لب سے جاری ہو بار بار درود	حسن رضا خاں، مولانا	اپریل	۴
کلام حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ	حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ	مئی	۷۹
نعت حبیب خالق ارض وسما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	رشید محمود، راجا	جون	۶
ورفعنا لك ذكرك	محمد عبد القیوم طارق سلطان پوری	جون	۷۱
نعت رحمت ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	رشید محمود، راجا	جولائی	۴

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہمیں آقا بلائیں گنبد خضرا کے سائے میں	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	جولائی	۱۸
ہے دوری و مہجوریٔ طیبہ نے رلایا	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جولائی	بیک ٹائٹل
نعت شریف	رشید محمود، راجا	اگست، ستمبر	۴
نعت مختار کائنات ﷺ	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	اگست، ستمبر	۱۴۴
نعت سید الانبیاء ﷺ	رشید محمود، راجا	اکتوبر	۴
مجھے حضور ملے شہر عافیت میں پناہ	ریاض حسین چودھری	اکتوبر	۸
نعت رحمت عوالم ﷺ	رشید محمود، راجا	نومبر	۴
نعت شریف	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	نومبر	۱۶
آئی نسیم کوئے محمد ﷺ	حضرت بیدم شاہ وارثی رحمۃ اللہ علیہ	نومبر	۲۵
سرورِ کونین ﷺ کی نعتیں	حفیظ تائب، پروفیسر	نومبر	۲۷
سلام بحضور خیر الانام	محمد شہزاد مجددی، علامہ	نومبر	۲۷
ایسے حسین، حسن بھی جن کو حسیں کہے	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	نومبر	بیک ٹائٹل
دو نعتیں	رشید محمود، راجا	دسمبر	۴

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زمین میں

WWW.NAFSEISLAM.COM

نعت شریف (اعلیٰ حضرت کی زمین میں)	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	جنوری	۹۵
اعلیٰ حضرت کی زمین میں	رشید محمود، راجا	فروری	۱۱۱
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی زمین میں	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	مارچ	بیک ٹائٹل
اعلیٰ حضرت کی زمین میں	رشید محمود، راجا	اپریل	۹۵
اعلیٰ حضرت کی زمین میں	رشید محمود، راجا	مئی	۴
اعلیٰ حضرت کی زمین میں	رشید محمود، راجا	جولائی	۷۹
اعلیٰ حضرت کی زمین میں	رشید محمود راجا	اکتوبر	اندرون ٹائٹل
اعلیٰ حضرت کی زمین میں	رشید محمود، راجا	نومبر	۹۵

اعلیٰ حضرت کی زمین میں	انور فیروز پوری	دسمبر	۶۲

مناقب و مادھائے تاریخ

گنج بخش رضی اللہ عنہ	محمد محب اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جنوری	اندرون ٹائٹل
ابن رسول، امام حسین رضی اللہ عنہ	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	جنوری	۳۲
گل ہائے عقیدت بخدمت سیدنا غوث اعظم	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	مارچ	۸
بیاد شاعر ملت شاعر مشرق علامہ محمد اقبال	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	اپریل	۳۲
منقبت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ	صائم چشتی	اپریل	۸۲
حضرت مولانا عبدالشکور ہزاروی (قطعہ تاریخ)	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	مئی	۱۴
حضرت سلطان فتح علی ٹیپو (قطعہ تاریخ)	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	مئی	۳۱
تازہ مادہ ہائے تاریخ (سال وصال)	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	جون	۲۸
فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	جون	۷۰-۷۱
کون بھولے گا ترا پیار فقیہ اعظم	عبدالستار نیازی، الحاج	جون	۸۴
حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ	فیض رسول فیضان، پروفیسر	جولائی	اندرون ٹائٹل
سانحہ دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	اگست، ستمبر	۵
قطعہ تاریخ سال قیام پاکستان	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	اگست، ستمبر	۶
قطعہ تاریخ بربریت	عارف محمود مہجور رضوی، سید	اگست، ستمبر	۱۵-۱۶
گل ہائے تبریک و تحسین	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	اکتوبر	۲۰
سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے مزار پر	شورش کاشمیری	اکتوبر	۳۵-۳۶
حسین ابن علی رضی اللہ عنہ	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	دسمبر	۲۷

یاد رفتگاں/ تعزیت

وفیات	ادارہ	جنوری	۹۴

وفیات	ادارہ	فروری	۸۴
حضرت بدر اشرفیت کو صدمہ	مدیر اعلیٰ	مارچ	۴۲
وفیات	ادارہ	مارچ	۹۴
وفیات	ادارہ	اپریل	۸۲
وفیات (علامہ مفتی عبدالشکور ہزاروی، مولانا محمد فاضل)	مدیر اعلیٰ	مئی	۷۷
رفتید و لے نہ از دل ما	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جون	۱۷-۲۵
علامہ شبیر احمد ہاشمی، پتوکی	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جون	۱۸-۱۹
مولانا حافظ نذیر احمد نوری، گوجرانوالا	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	جون	۲۰-۲۵
وفیات	ادارہ	جون	۶۷
وفیات	ادارہ	جولائی	۷۲
وفیات	ادارہ	اگست، ستمبر	۸۲،۱۰۴
کچھ چراغ اور بجھے اور بڑھی تاریکی	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	اکتوبر	۹۳-۹۵
حضرت علامہ فیض احمد اویسی	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	اکتوبر	۹۳
حضرت مفتی غلام سرور قادری	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	اکتوبر	۹۴
مولانا حافظ محمد شعبان نوری	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	اکتوبر	۹۵
غم نامہ بسلسلہ سانحہ داتا دربار و عبداللہ شاہ غازی	یوسف سید ہاشم الرفاعی، سید	نومبر	۱۵
یادِ رفتگاں	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	نومبر	۸۶-۸۸
خطیب اسلام سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	نومبر	۸۶
علامہ محمد عبدالخالق شمس	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	نومبر	۸۷
پیر ڈاکٹر عبدالمجید	مدیر اعلیٰ	نومبر	۸۷
محمد اقبال نوری	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	نومبر	۸۸

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا صابر علی وٹو نوری	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	دسمبر	۷۵
دکتور محمد عبدہ یمانی	محمد محبّ اللہ نوری، مولانا، صاحبزادہ	دسمبر	۷۶-۷۵

متفرقات

شانِ کریمی	مظہر الدین، حافظ	جنوری	۱۰-۹
وہابی ذمہ دار ہیں	بی بی سی اردو سروس	جنوری	۶۲
استدراک	ادارہ	فروری	۱۱۰
جبل سلع اور آثار رسول مٹانے کی سازش	محمد اشرف آصف جلالی، ڈاکٹر	مارچ	۴۶-۴۳
عجیب وغریب عقیدے	عون محمد سعیدی، پروفیسر	مارچ	۹۳-۹۲
نوائے وقت کے کالم میں علامہ قصوری پر تبصرہ	سرراہے	مئی	۷۵
امریکہ و جاپان کے آرٹسٹ کی بیٹی کا قبول اسلام	احمد سرور، ملک	جولائی	۵۳-۴۱
گرما گرم پکوڑے---تراشے اور تبصرے	بابا جھلے شاہ قصوری	جولائی	۷۴-۷۳
ایک نایاب اور انمول تحفہ	غلام محمود ہزاروی، علامہ قاضی	اگست، ستمبر	۱۴۱-۱۳۷
''مولانا'' کے منہ میں گاندھی کی زبان	تنویر قیصر شاہد	اکتوبر	۱۰-۹
نامحرم کو محرم بنانے کا عجیب وغریب نسخہ	روزنامہ صحافت، انڈیا	اکتوبر	۸۳
اشاریہ ماہنامہ نور الحبیب سال 2010ء	محمد یوسف نوری، مولانا	دسمبر	۷۴-۶۳

میقات نماز

نقشہ اوقات نماز	ادارہ	ہر مہینے کی مناسبت سے

وفیات

مولانا صابر علی وٹو بھی راھی ملک بقا ھو گئے

حضرت سیدی فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کے جید تلامذہ میں سے علامہ حکیم صابر علی وٹو بھی رحلت فرما گئے---انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

وہ بڑے محنتی اور زیرک تھے---درسی کتابوں پر مکمل عبور تھا---سند فراغت حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ کوہ مری اور دیگر علاقوں میں تبلیغی خدمات سرانجام دینے کے بعد مستقل لاہور میں مقیم ہو گئے اور کم و بیش چالیس سال تک یہاں تبلیغی و تدریسی کام کرتے رہے۔گزشتہ چند سالوں سے طبیہ کالج میں پروفیسر تھے---وہ بڑے خلیق، مخلص، دوستوں کے دوست، نڈر، بہادر اور گوناگوں اوصاف کے حامل تھے---عرس فقیہ اعظم کے موقع پر کسی ایک نشست میں خطاب یا نماز کے ساتھ درس قرآن دیتے---فضلائے دارالعلوم کی سالانہ کانفرنس میں باقاعدگی سے شرکت کرتے اور ہمیشہ مرکز سے رابطہ میں رہتے---عیدالاضحیٰ کے روز ۱۷ر نومبر کو عصر کے وقت برین ہیمبرج ہوا، ہسپتال لے جائے گئے مگر علاج کارگر نہ ہوا---بالآخر ۱۲ر ذوالحجۃ المبارکہ ۱۴۳۱ھ، ۱۹ر نومبر ۲۰۱۰ء، جمعہ کی شام کو راہی ملک بقا ہو گئے---انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

جنازہ میں ان کے مقتدیوں، عقیدت مندوں، دوستوں اور طبیہ کالج کے سٹاف اور طلبہ کے علاوہ کثیر التعداد علماء کرام نے شمولیت کی---

اللہ تعالیٰ جل وعلا مولانا مرحوم کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے اور ان کے صاحبزادے مولانا قاسم صابر اور دیگر بھائیوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے---

دکتور محمد عبدہ یمانی

سعودی عرب کے سابق وزیر اطلاعات اور عالم اسلام کے نامور سکالر دکتور محمد عبدہ یمانی

گزشتہ دنوں مکہ مکرمہ میں وصال فرما گئے---انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

موصوف راست فکر سیاسی و مذہبی رہنما تھے، متعدد کتابوں کے مصنف تھے---ان کی کتابوں میں بابی انت و امی یا رسول اللّٰہ ، علموا اولادکم محبۃ الرسول اور علموا اولادکم محبۃ آل بیت النبی بطور خاص قابل ذکر ہیں، کہ ان کی سطر سطر عشق و محبت رسول کی آئینہ دار ہے---

اللہ تعالیٰ جل وعلا موصوف کی دینی و ملی خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے---

میاں معراج دین (لاہور)

میاں محمد نواز شریف اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے چچا اور میاں محمد الیاس کے والد گرامی محترم میاں معراج دین بھی ۹/ذی الحجہ کو وفات پا گئے---موصوف پابند صوم وصلوٰۃ اور اعلیٰ اوصاف کے حامل تھے---حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے ساتھ انہیں بڑی عقیدت و محبت تھی---

اللہ تعالیٰ میاں صاحب موصوف کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں بلند درجہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

حضرت خواجہ غلام رسول (توگیرہ شریف) کو صدمہ

آستانہ عالیہ توگیرہ شریف کے سجادہ نشین پیر طریقت حضرت خواجہ غلام رسول توگیروی سفر حج پر تھے کہ یہاں ان کی والدہ صاحبہ ۹/ذی الحجہ کو وصال فرما گئیں---اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور حضرت خواجہ صاحب اور دیگر پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

- علاوہ ازیں

فاضل دار العلوم مولانا عبد الحق نوری، چک محمد یار چشتی حویلی لکھا، کی والدہ محترمہ---اور مولانا الحاج غلام حسین نوری علیہ الرحمۃ ساہیوال کی بھاوج اور محمد یٰسین سیف بصیر پور کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں--- انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

❀❀❀❀❀

''ارمغان محبت'' پر تبصرے

نعتیہ مجموعہ ''ارمغان محبت'' ایک نظر میں

تبصرہ نگار: راجا محمد کوثر سعیدی

یوں مدحت سرکار ﷺ میں مصروف ہوا ہوں
شیدا و محبّ درِ محبوبِ خدا ﷺ ہوں
کچھ خوف نہیں قبر کا اور حشر کا نوری
جب شافعِ محشر ﷺ کا میں اک مدح سرا ہوں

نعت رسول مقبول ﷺ کا اظہار فن نہیں بلکہ فن کے وسیلے سے ذات میں ابھرنے والے موج در موج جذبوں کی طغیانی کا نام ہے۔ اینٹ، مٹی کی وراثت زوال پذیر رہتی ہے، مٹ جاتی ہے، فنا ہو جاتی ہے، مگر علم و ادب کی وراثت صدقہ جاری ہے، خصوصاً جب محبوب کائنات ﷺ سے محبت و عشق کا اظہار نعت کی صورت میں ہو، تو اس کا فیض عدم تک پہنچتا ہے، عقبیٰ کا زادِ راہ بنتا ہے اور حشر میں نجات کا ضامن ہے اور کیوں نہ ہو کہ:

نعت گویانِ شہ عالم ہیں نوری بالیقیں
رومی و جامی و بوصیری و حسان عرب

اور ان عشاق کی سنت دیرینہ اور رب کائنات کے حکم کی تعمیل میں اپنا مقدر سنوارنے کے لیے

''ارمغانِ محبت'' جیسا خوب صورت نعتیہ مجموعہ لے کر (جانشین فقیہ اعظم حضرت ابوالخیر مفتی محمد نوراللہ نعیمی) صاحب زادہ محمد محبّ اللہ نوری نہایت ادب کے ساتھ افراط و تفریط سے اپنا دامن بچاتے ہوئے بارگاہ رسالت ﷺ میں گل ہائے عقیدت و محبت پیش کرتے ہوئے، اپنی کم مائیگی کا اظہار یوں کرتے نظر آتے ہیں:

کہاں مجھ سا کمینہ اور کہاں شان مدینہ ہے
یہ آقا ﷺ کی عنایت ہے کہ میرے لب پہ مدحت ہے

فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور (اوکاڑا) کے زیر اہتمام، نوری کمپوزنگ سنٹر بصیر پور کی خوب صورت کمپوزنگ اور معیاری کاغذ پر شرکت پرنٹنگ پریس لاہور کے تعاون سے ۱۴۴ رصفحات پر مشتمل نعتیہ مجموعہ ''ارمغان محبت'' یقیناً گلستان علم وادب میں وہ گل تازہ ہے جس کی مہکار جغرافیائی حدود سے ماوریٰ، عرب و عجم میں بسنے والے ہر صاحب فکر و نظر کی روحانی بالیدگی کا باعث ہوگی:

نہیں ہے سلسلہ محدود ان کے فیض بے حد کا
ظہور اس عالم امکاں میں ہے سارا محمد ﷺ کا

حضرت صاحب زادہ محمد محبّ اللہ نوری، علم وادب، شریعت وطریقت، فصاحت و بلاغت، شرافت ولیاقت کی جید و مستند، قد آور اور نابغہ روزگار شخصیت ہیں کہ جن کے روبرو حروف تہجی، الفاظ و معانی، اشارے اور کنائے، فنی حسن، معنوی جمال، جذبوں کی لطافت، فکری ثقاہت، تراکیب و ایجاد، حسین و جمیل تلازمات، اثر آفرینی، نکتہ طرازیاں، سرشاری عشق کے ساتھ لاشعور سے شعور کے سانچے میں ڈھل کر جب حمد و نعت کی صورت پاتی ہیں تو جن و ملک بھی رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مشارق و مغارب میں منادی سنائی دیتی ہے کہ عاشقان رسول مقبول کے لیے ایک اور ''تحفہ بیش قیمت''، جسم و روح کی لطافت کا سامان بہم پہنچانے کے لیے ہر ''ادب گاہ'' کی کسی نہ کسی شیلف میں جلوہ نما ہے:

فرشتو! نعت کا دیوان کھول لینے دو
بلا سے جو بھی رہے پھر حساب کی صورت

ارمغان محبت میں دو حمدیں اور اکتالیس نعت شریف ہیں اور میں بطور طفل مکتب اس بات پر حیران اور مسحور رہا کہ اللہ ﷻ نے صاحبزادہ صاحب کو ردیف، قافیے پر جو عبور عطا فرمایا ہے، وہ ہر کس و ناکس کا

نصیب کہاں۔نعت پاک چھوٹی بحر میں ہو یا بڑی بحر میں، اپنا ایک خاص اسلوب رکھتی ہے۔ صاحب زادہ صاحب کا یہ علمی مرتبہ کہ وہ دونوں ''بحور'' پر سندر کھتے ہیں۔مثلاً چھوٹی بحر کا نمونہ:

متاعِ قرارِ نظر سبز گنبد
سکوں بخش قلب و جگر سبز گنبد

اوراب ذرا ذوق لطیف کو بڑی بحر سے سرشار کیجیے:

حاضر ہر مکاں ، ناظر ہر زماں ، آپ مختار کل ہیں برب جہاں
فرش سے عرش اور عرش سے لا مکاں ، فاصلہ اس قدر ایک گام آپ کا

صرف بحر کا معاملہ ہی نہیں، بلکہ اکثر نعتیں ۱۳ تا ۱۶ اشعار پر مشتمل ہیں۔نعت گو طالب علم کی حیثیت سے میرا تجربہ ہے کہ اتنے اشعار میں ''قافیہ'' نبھانا صرف اساتذہ ہی کا خاصہ ہے۔ مجموعہ نعت میں کئی ''گرہ بند نعتیں'' خوب انفرادیت اور خوش گوار اضافے کی حامل ہیں۔مثلا:

کہتا ہے برملا یہ ہر مہمان مصطفیٰ ﷺ
ہے وقف عام مائدہ خوان مصطفیٰ ﷺ

''ارمغان محبت'' کی ایک اور خوبی یقیناً ہر ادب دوست اور ''نعت آشنا'' کو ان تمام عنوانات سے متعارف کراتی ہے جو نعت کا جزو لازم تصور کیے جاتے ہیں۔مثلاً عاشق صادق کے ہجر و وصال اور غم ونشاط کا تذکرہ، تاجدار مدینہ کی انقلاب آفرینی ،تبلیغی پہلو، سیرت طیبہ کے انوار، معجزات، سفر معراج، رحمت للعالمین، خصائل و فضائل، استقامت، نور محمدی، حب رسول، مقام سرور کل، اسمائے نبی، عید میلاد النبی، تعلیمات، غرض صورت و سیرت کے ہر پہلو کو اشعار نعت میں سمو کر اپنی شاعری کو امر کر دیا اور اس پر ''انتساب'' سونے پر سہاگہ ''محبت مصطفیٰ میں دھڑکتے دل کے ساتھ نعت کہنے، پڑھنے اور سننے والوں کے نام'':

کیف و سرور عشق رسول کریم ﷺ میں
سوز و گداز ، صدقۂ لطف و نظر ملے

ہر نعت کی ابتدا میں ''درود پاک کا تاج'' جہاں کمپوزر کے جذبہ عقیدت کا عکاس ہے، وہیں مصنف کے ذوق جمالیات کا آئینہ دار بھی ہے:

گر چاہتے ہو قرب خدا و نبی ملے
رکھنا مدام اپنی زباں تر درود سے

عارفان مدحت ''کلام نوری'' میں قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے الفاظ اور خصوصی تراکیب دھنک رنگ کی صورت پائیں گے۔

صاحب زادہ محمد محبّ اللہ نوری نے عصر حاضر کے تمام موضوعاتی اور اسلوبی تقاضوں کو جواوج کمال عطا کیا ہے وہ یقیناً انہیں عوام ہی نہیں خواص میں بھی یکتا ومنفرد کرتا ہے۔

''ارمغان محبت'' سے اپنی آنکھوں کی تشنگی ضرور دور کیجیے گا، کہ اس کے سبب جسم و روح کو آسودگی حاصل ہوگی اور فکر کو بالیدگی!

صاحب زادہ محمد محبّ اللہ نوری کے ہی ایک شعر پر اختتام سخن کرتا ہوں:

اے بدرِ دجی ، نور ہدیٰ ، مہر منور
تاریک ہے دل میرا، طلب گار ضیا ہوں

[ماہ نامہ السعید، ملتان، ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۰ء]

روزنامہ نوائے وقت، لاہور

نعت کہنا یا لکھنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے، کیوں کہ اس عمل میں ایک طرف رسول پاک ﷺ سے محبت کا سمندر جوش میں ہوتا ہے اور اس جوش محبت کے تحت ہوش وخرد تو رحمت عالم اور شفیع عالم اور شفیع محشر کے در اقدس پر نثار ہو چکے ہوتے ہیں، لیکن اس وارفتگی کے عالم میں بھی شریعت کا تقاضا ہوتا ہے کہ خبردار خالق و مالک کائنات اور معبود حقیقی کے مقام و مرتبہ سے سرِ مو انحراف سے بھی بچنا ہے۔ اس لیے نعت کہنے کے لیے صاحب علم ہونا اور شریعت حقہ کے تقاضوں سے باخبر ہونا لازمی ہے۔ ورنہ الفاظ کے غیر محتاط استعمال سے بات بگڑ جانے کا خطرہ موجود ہوتا ہے۔

''ارمغانِ محبت'' ایک عالم باعمل علامہ محمد محبّ اللہ نوری کی نعتوں کا مجموعہ ہے۔ ان کی نعتوں میں نبی پاک ﷺ سے عقیدت و محبت کا دریا موجزن ملتا ہے، تو وہ شان کبریا کی عظمت وجلالت کا دامن بھی ساتھ ساتھ لہراتے جاتے ہیں۔ وہ اللہ پاک کی ربوبیت کا ذکر بھی اس انداز سے کرتے ہیں کہ شان کبریا اور شان مصطفیٰ ﷺ نکھر کر واضح ہو جاتی ہے۔ خوب صورت نعتوں کا یہ گل دستہ فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور (اوکاڑا) نے شائع کیا ہے۔ (تبصرہ: قاضی مصطفیٰ کامل)

❁❁❁❁❁

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM